بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ اول

# انتخاب نہج البلاغہ

خطبات امیر المومنین

# حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام

انتخاب، ترتیب و ترئین

سید عسکر رضا واسطی

الفجر www.alfaj-ar.com

# فہرست

# علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ
# کے مختصر سوانح حیات

آپ کا نام محمد لقب رضی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ 359 ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے تھے آپ کے والد بزرگوار جیّد عالم دین ابو احمد حسین تھے اور اپنے دور کے مسلّمہ عالمِ دین تھے آپ کا شجرہ نسب ابو احمد حسین ابن موسیٰ ابن محمد ابن موسیٰ ابن ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظمؑ ہے

علّامہ رضی شریف کی والدہ معظمہ کا شجرہ نسب فاطمہ بنت الحسین بن حسن الناصر بن علی ابن حسن ابن عمر ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابیطالب ہے۔

## نہج البلاغہ

نہج البلاغہ اخلاقی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ اس کے جملے اور ضرب المثلیں اخلاقی شائستگی، خود اعتمادی، حق گوئی اور حقیقت شناسی کا بہترین درس دیتی ہیں۔
نہج البلاغہ کے ایک فقرے میں قرآن وحدیث کی روح اسلام کی صحیح تعلیم مضمر ہے۔
نہج البلاغہ نظریاتی چیز نہیں بلکہ ایک لائحہ عمل ہے جس پر مسلمانان علم بڑی آسانی سے عمل پیرا ہو کر دینوی اور اخروی ارتقاء کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ سکتے ہیں۔
نہج البلاغہ میں مولائے متقیان نے ان علماء دنیا و فقہاء سو کی فریب کاریوں سے بھی متنبہ کیا ہے کہ جنہیں علم سے تو کوئی لگاؤ ہوتا نہیں، مگر علماء کا روپ دھار کر مسندِ قضا پر بیٹھ جاتے ہیں علم و مشیخت کی دوکان سجا کر دین فروشی کرتے ہیں۔

علامہ علی نقی عرف نقن صاحب قبلہ

## انتخاب نہج البلاغہ

امام المتقین امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالبؑ کے خطبات و اقوال " نہج البلاغہ " کے تراجم کئی زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ جبکہ اردو ترجمہ میں عربی متن شامل ہے لیکن انگریزی ترجمہ میں عربی متن نہیں ہے۔ یہ کتاب " حمد رب العالمین و مدحِ رحمت اللعالمین" در اصل " انتخاب نہج البلاغہ" ہے اور میں نے اس انتخاب میں عربی متن نہیں شامل کیا۔ اس کا مقصد اردو دان طبقہ کو امام المتقین کے خطبات پڑھنے میں آسانی بہم پہنچانا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے ٹائٹل " حمد رب العالمین و مدحِ رحمت اللعالمین" سے واضح ہے اس انتخاب میں صرف وہ خطبات شامل کئے ہیں جن سے حمد رب العالمین اور مدحِ رحمت اللعالمین، قرآن مجید اور دین اسلام کی تشریح کے علاوہ بعض اہم معلوماتی خطبات بھی ہیں جو عام لوگوں کے لئے ان شاء اللہ مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

طالبِ دعائے خیر

عسکر واسطی

باب اول

حمدِ رب العالمین

خطبہ 89

# خطبہ اشباح

## صفاتِ خلاّقِ عالم

اس خطبہ کا نام "خطبہ اشباح" ہے۔ اشباح شبح کی جمع ہے جس کے معنی ڈھانچے کے ہوتے ہیں۔ چونکہ اس میں ملائکہ اور مختلف قسم کے پیکروں کا تذکرہ ہے اس لئے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ خطبہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔

مسعدہ ابن صدقہ عبدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرتؑ کسی سائل کے سوال پر برہم ہوئے تو مسجد کوفہ میں ایک جم غفیر کے سامنے یہ خطبہ دیا۔ سائل پر برہم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا سوال تکلیف شرعی سے غیر متعلق اور حدودِ امکان سے باہر تھا۔

ایک سائل نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ خلاّقِ عالم کے صفات کو اس طرح بیان فرمائیں کہ ایسا معلوم ہو جیسے ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت غضب ناک ہو گئے اور فرمایا:-

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے کہ جو فیض و عطا کے روکنے سے مال دار نہیں ہو جاتا اور جود و عطا سے کبھی عاجز و قاصر نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس کے سوا ہر دینے والے کے یہاں داد و دہش سے کمی واقع ہوتی ہے اور ہاتھ روک لینے پر انہیں بُرا سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ فائدہ بخش نعمتوں اور عطیوں کی فراوانیوں اور روزیوں (کی تقسیم) سے ممنون احسان بنانے والا ہے۔ ساری مخلوق اس کا کنبہ ہے۔ اس نے سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے، اور سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ اس نے اپنے خواہش مندوں اور اپنی نعمت کے طلب گاروں کے لئے راہ کھول دی ہے۔ وہ دست طلب کے نہ بڑھنے پر بھی اتنا ہی کریم ہے جتنا طلب و سوال کا ہاتھ بڑھنے پر۔

وہ ایسا اوّل ہے جس کے لئے کوئی قبل ہے ہی نہیں کہ کوئی شئے اس سے پہلے ہو سکے
اور ایسا آخر ہے جس کے لئے کوئی بعد ہے ہی نہیں، تاکہ کوئی چیز اس کے بعد فرض کی جاسکے
وہ آنکھ کی پتلیوں کو (دور ہی سے) روک دینے والا ہے کہ وہ اسے پاسکیں یا اس کی حقیقت معلوم کر سکیں

اس پر زمانہ کے مختلف دور نہیں گذرتے کہ اس کے حالات میں تغیّر وتبدّل پیدا ہو،

وہ کسی جگہ میں نہیں ہے کہ اس کے لئے نقل وحرکت صحیح ہو سکے

اگر وہ چاندی اور سونے جیسی نفیس دھاتیں کہ جنہیں پہاڑوں کے معدن (لمبی لمبی) سانسیں بھر کر اچھال دیتے ہیں اور بکھرے ہوئے موتی اور مرجان کی کٹی ہوئی شاخیں کہ جنہیں دریاؤں کی سیپیاں کھلکھلا کر ہنستے ہوئے اگل دیتی ہیں بخش دے، تو اس سے اس کے جود وعطا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اس کی دولت کا ذخیرہ اس سے ختم ہو سکتا ہے اور اس کے پاس پھر بھی انعام و اکرام کے اتنے ذخیرے موجود رہیں گے، جنہیں لوگوں کی مانگ ختم نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ

وہ ایسا فیاض ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا مفلس نہیں بنا سکتا

اور گڑ گڑا کر سوال کرنے والوں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار بخل پر آمادہ نہیں کر سکتا

اے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (ان میں) تم اس کی پیروی کرو، اور اسی کے نور ہدایت سے کسب ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنّتِ پیغمبرؐ و آئمہ ہُدیٰ میں ان کا نام ونشان ہے اور صرف شیطان نے اس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے، اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو، اور یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری حد ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ وپختہ لوگ وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں میں چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور ان پر اعتقاد رکھتے) ہیں۔ اگرچہ ان کی تفسیر وتفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انہیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں درانہ گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے اور اللہ نے اس بات پر ان کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطہ علم سے باہر ہوتی ہے۔ اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں ور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی۔ اس میں تعمّق وکاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنے عقل کے پیمانے کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ ورنہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا۔

وہ ایسا قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی انتہا معلوم کرنے کے لئے وہم اپنے تیر چلا رہا ہو، اور فکر ہر طرح کے وسوسوں کے ادھیڑ بن سے آزاد ہو کر اس کے قلمرو مملکت کے گہرے بھیدوں پر آگاہ ہونے کے درپے ہو اور دل اس کی صنعتوں کی کیفیت سمجھنے کے لئے والہانہ طور پر دوڑ پڑے ہوں اور ذات الٰہی کو جاننے کے لئے عقلوں کی جستجو وتلاش کی راہیں حد بیان سے زیادہ دور تک چلی گئی ہوں تو اللہ اس وقت، جب وہ غیب کی تیرگیوں کے گڑھوں کو عبور کر رہی ہوتی ہیں، ان سب کو (ناکامیوں کے ساتھ) پلٹا دیتا ہے۔ چنانچہ جب اس طرح منہ کی کھا کر پلٹتی ہیں تو انہیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسی بے راہ رویوں سے اس کی معرفت کا کھوج نہیں لگایا جا سکتا۔ اور نہ فکر پیماؤں کے دلوں میں اس کی عزت کے تمکنت وجلال کا ذرا سا شائبہ آسکتا ہے۔

وہ وہی ہے کہ جس نے مخلوقات کو ایجاد کیا بغیر اس کے کہ کوئی مثال اپنے سامنے رکھتا اور بغیر اس کے کہ اپنے سے پہلے کسی اور خالق ومعبود کی بنائی ہوئی چیزوں کا چربہ اتارتا اس نے اپنی قدرت کی بادشاہت اور ان عجیب چیزوں کے واسطہ سے کہ جن

میں اس کی حکمت و دانائی کے آثار (منہ سے) بول رہے ہیں اور مخلوق کے اس اعتراف سے کہ وہ اپنے رکنے تھمنے میں اس کے سہارے کی محتاج ہے۔ ہمیں وہ چیزیں دکھائی ہیں کہ جنھوں نے قہراً دلیل قائم ہو جانے کے دباؤ سے اس کی معرفت کی طرف ہماری راہ نمائی کی ہے اور اس کی پیدا کردہ عجیب و غریب چیزوں میں اس کی صنعت کے نقش و نگار اور حکمت کے آثار نمایاں اور واضح ہیں۔ چنانچہ ہر مخلوق اس کی ایک حجت اور ایک برہان بن گئی ہے۔ چاہے وہ خاموش مخلوق ہو، مگر اللہ کی تدبیر و کارسازی کی ایک بولتی ہوئی دلیل ہے اور ہستی صانع کی طرف اس کی رہنمائی ثابت و برقرار ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری ہی مخلوق سے ان کے اعضاء کے الگ الگ ہونے اور تیری حکمت کی کارسازیوں سے گوشت و پوست میں ڈھکے ہوئے ان کے جوڑوں کے سروں کے ملنے میں تشبیہ دی۔ اس نے اپنے چھپے ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اس کے دل کو یہ یقین چھو بھی نہیں گیا کہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ گویا اس نے پیروکاروں کا یہ قول نہیں سنا جو اپنے مقتداؤں سے بیزاری چاہتے ہوئے یہ کہیں گے کہ

> خدا کی قسم! ہم تو قطعاً ایک کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ جب ہم سارے جہاں کے پالنے والے کے برابر تمہیں ٹھہرایا کرتے تھے

وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں کے برابر سمجھ کر اپنے بتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اپنے وہم میں تجھ پر مخلوقات کی صفتیں جڑ دیتے ہیں اور اپنے خیال میں اس طرح تیرے حصے بخرے کرتے ہیں۔ جس طرح مجسم چیزوں کے جوڑ بند الگ الگ کئے جاتے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق تجھے مختلف قوتوں والی مخلوقات پر قیاس میں سے کسی کے برابر جانا اس نے تیرا ہمسر بنا ڈالا، اور تیرا ہمسر بنانے والا تیری کتاب کی محکم آیتوں کے مضامین اور ان حقائق کا جنہیں تیری طرف کے روشن دلائل واضح کر رہے ہیں منکر ہے۔ تو وہ اللہ ہے کہ عقلوں کی حد میں گھر نہیں سکتا کہ ان کی سوچ بچار کی زد پر آ کر کیفیات کو قبول کر لے۔ اور نہ ان کے غور و فکر کی جولانیوں میں تیری سمائی ہے کہ تو محدود ہو کر ان کے فکری تصرفات کا پابند بن جائے۔

## اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے:-

اس نے جو چیزیں پیدا کیں۔ ان کا ایک اندازہ رکھا۔ مضبوط و مستحکم، اور ان کا انتظام کیا۔ عمدہ و پاکیزہ اور انہیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی آخری منزل کی حدوں سے آگے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک پہنچنے میں کوتاہی کی۔ جب انہیں اللہ کے ارادے پر چل پڑنے کا حکم دیا گیا، تو انہوں نے سرتابی نہیں کی اور وہ ایسا کر ہی کیونکر سکتی تھیں۔ جبکہ تمام امور اسی کی مشیت و ارادہ سے صادر ہوئے ہیں وہ گوناگوں چیزوں کا موجد ہے بغیر کسی سوچ بچار کی طرف رجوع کئے اور بغیر طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر کسی تجربہ کے جو زمانہ کے حوادث سے حاصل کیا ہو اور بغیر کسی شریک کے کہ جو ان عجیب و

غریب چیزوں کی ایجاد میں اس کا معین و مددگار رہا ہو۔ چنانچہ مخلوق (بن بنا کر) مکمل ہو گئی اور اس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکا دیا اور (فوراً) اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھی۔ نہ کسی دیر کرنے والے کی سی سست رفتاری دامن گیر ہوئی اور نہ کسی حیل حجت کرنے والے کی سی سستی اور ڈیل حامل ہوئی۔ اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھاپن کو سیدھا کر دیا اور ان کی حدیں معین کر دیں۔ اور اپنی قدرت سے ان متضاد چیزوں میں ہم رنگی و ہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے (بدنوں سے) جوڑ دیئے اور انہیں مختلف جنسوں پر بانٹ دیا۔ جو اپنی حدوں، اندازوں، طبیعتوں اور صورتوں میں جدا جدا ہیں۔ یہ نو ایجاد مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اس نے مضبوط کی ہے اور اپنے ارادے کے مطابق اسے بنایا اور ایجاد کیا۔

## اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے:-

اس نے جو چیزیں پیدا کیں، ان کا ایک اندازہ رکھا، مضبوط و مستحکم اور ان کا انتظام کیا، عمدہ و پاکیزہ اور انہیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی آخری منزل کی حدوں سے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک پہنچنے میں کوتاہی کریں۔ جب انہیں اللہ کے ارادے پر چل پڑنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے سرتابی نہیں کی اور وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے، جبکہ تمام امور اسی کی مشیّت و ارادہ سے صادر ہوئے ہیں۔ وہ گونا گوں چیزوں کا موجد ہے بغیر سوچ بچار کی رجوع کئے اور بغیر طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر کسی تجربے کے کہ جو زمانہ کے حوادث سے حاصل کیا ہو اور بغیر کسی شریک کے کہ جو ان عجیب و غریب چیزوں کی ایجاد میں اس کا معین و مددگار رہا ہو۔ چنانچہ مخلوق (بن بنا کر) مکمل ہو گئی اور اس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکا دیا اور (فوراً) اس کی پکار پہ لبیک کہتے ہوئے بڑھی۔ نہ کسی دیر کرنے والے کی سست رفتار دامن گیر ہوئی اور نہ کسی حیل و حجت کرنے والے کی سی سستی اور ڈھیل حائل ہو ہی۔ اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیا اور ان کی حدیں معیّن کر دیں اور اپنی قدرت سے ان متضاد چیزوں میں ہن رنگی و ہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے (بدنوں سے) جوڑ دیئے اور انہیں مختلف جنسوں پر بانٹ دیا جو اپنی حدوں، اندازوں، طبیعتوں اور صورتوں میں جدا جدا ہیں۔ یہ نو ایجاد مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اس نے مضبوط کی ہے اور اپنے ارادے کے مطابق اسے بنایا اور ایجاد کیا۔

## اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے آسمان کے وصف میں:-

اس (اللہ) نے بغیر (کسی چیز سے) وابستہ کئے اس کے شگافوں کے نشیب و فراز کو مرتب کر دیا اور اس کے دراڑوں کی کشادگیوں کو ملا دیا اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ دیا اور اس کے احکام کو لے کر اترنے والوں اور خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے والوں کے لئے اس کی بلندیوں کی دشوار گزاری کو آسان کر دیا۔ ابھی وہ آسمان دھوئیں ہی کی شکل میں تھے، کہ اللہ نے انہیں پکارا تو (فوراً) ان کے تسموں کے رشتے آپس میں متصّل ہو گئے۔ اس نے ان کے بند دروازوں کو بستہ ہونے کے بعد کھول دیا اور ان کے سوراخوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے نگہبان کھڑے کر دئے اور انہیں اپنے زور سے روک

دیا کہ کہیں وہ ہوا کے پھیلاؤ میں ادھر ادھر نہ ہو جائیں اور انہیں مامور کیا کہ وہ اس کے حکم کے سامنے سر جھکائے ہوئے اپنے مرکز پر ٹھہرے رہیں۔

اس (اللہ) نے فلک کے سورج کو دن کی روشن نشانی اور چاند کو رات کی دھندلی نشانی قرار دیا ہے۔ اور انہیں ان کی منزلوں پر چلادیا ہے اور ان کی گزر گاہوں میں ان کی رفتار مقرر کر دی ہے تاکہ ان کے ذریعے سے شب و روز کی تمیز ہو سکے۔ اور انہیں کے اعتبار سے برسوں کی گنتی اور (دوسرے) حساب جانے جا سکیں۔ پھر یہ کہ اس نے آسمانی فضا میں اس فلک کو آویزاں کیا اور اس میں اس کی آرائش کے لئے منے منے موتیوں ایسے تارے اور چراغوں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے آویزاں کئے اور چوری چھپے کان لگانے والوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے تیر چلائے اور ستاروں کو اپنے جبر و قہر سے ان کے ڈھرے پر لگایا کہ کوئی ثابت رہے اور کوئی سیّار۔ کبھی اتار ہو اور کبھی ابھار اور کسی میں نحوست ہو اور کسی میں سعادت۔"

## اسی خطبے کا ایک جزیہ ہے فرشتوں کے وصف میں:-

پھر اللہ سبحانہ نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور اپنے مملکت کے بلند طبقات کو آباد کرنے کے لئے فرشتوں کی عجیب و غریب مخلوق پیدا کی۔ ان سے آسمان کے وسیع راستوں کا گوشہ گوشہ بھر دیا اور اس کی فضا کی وسعتوں کا کونا کونا چھلکا دیا اور ان وسیع اطراف کی پہنائیوں میں تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں قدس و پاکیزگی کی چار دیواریوں اور عظمت کے گہرے حجابوں اور بزرگی و جلال کے سراپردوں میں گونجتی ہیں۔ اور اس گونج کے پیچھے جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں، تجلیات نور کی اتنی فراوانیاں ہیں کہ جو نگاہوں کو اپنے تک پہنچنے سے روک دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ ناکام و نامراد ہو کر اپنی جگہ پر ٹھہری رہتی ہیں۔ اللہ نے ان (فرشتوں) کو جدا جدا صورتوں اور الگ الگ پیمانوں پر پیدا کیا ہے۔ وہ بال و پر رکھتے ہیں اور اس کے جلال و عزت کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور مخلوق میں جو اس کی صنعتیں اجاگر ہوئی ہیں انہیں اپنی طرف نسبت نہیں دیتے اور نہ یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی شے کو پیدا کر سکتے ہیں کہ جس کے پیدا کرنے میں وہ منفرد و یکتا ہے۔ بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے کہنے پر چلتے ہیں۔

اللہ نے انہیں وہاں اپنی وحی کا امانتدار اور اپنے اوامر و نواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی طرف بھیجا ہے اور شک و شبہات کے خدشوں سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو ان میں سے کوئی بھی اس کی رضا جوئی کی راہ سے کترانے والا نہیں۔ اور اس نے اپنی توفیق و اعانت سے ان کی دستگیری کی، اور خضوع و خشوع کی عجز و شکستگی سے ان کے دلوں کو ڈھانپ دیا ہے اور تسبیح و تقدیس کی سہولتوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے ہیں اور اپنی توحید کے نشانوں پر ان کے لئے روشن مینار نصب کئے ہیں۔ نہ گناہوں کی گرانباریوں نے انہیں دبا رکھا ہے، نہ شب و روز کی گردشوں نے ان پر (سواری کے لئے) پالان ڈالے ہیں۔ اور نہ شکوک و شبہات نے ان کے ایمان کے استحکام پر تیر چلائے ہیں اور نہ ان کے یقین کی پختگیوں پر (اوہام و) ظنون نے دھاوا

بولا ہے۔ اور نہ ان کے درمیان کبھی کینہ وحسد کی چنگاریاں بھڑکی ہیں۔ اور نہ حیرانی و سراسیمگی ان کے دلوں میں سرائیت کی ہوئی معرفت اور ان کے سینے کی تہوں میں جمی ہوئی عظمت خداوندی وہیبت جلال الٰہی کو چھین سکی ہے، نہ کبھی وسوسوں نے ان پر دندانِ آز تیز کیا ہے کہ ان کے فکروں کو زنگ و تکدّر سے آلودہ کر دیں۔

ان (فرشتوں) میں کچھ وہ ہیں جو اللہ کے پیدا کردہ بوجھل بادلوں اور اونچے پہاڑوں کی بلندیوں اور گھٹاٹوپ اندھیروں کی سیاہیوں کی صورتوں میں ہیں اور ان میں کچھ وہ ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ کی حدوں کو چیر کر نکل گئے ہیں۔ تو وہ سفید جھنڈوں کے مانند ہیں جو فضا کی وسعت کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے ہیں۔ اور ان پھریروں کے آخری سرے تک ایک ہلکی ہوا چل رہی ہے جو انہیں روکے ہوئے ہے۔

ان فرشتوں کو عبادت کی مشغولیتوں نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا اور ایمان کے ٹھوس عقیدے ان کے لئے اللہ کی معرفت کا وسیلہ بن گئے ہیں۔ اور یقین کامل نے اوروں سے ہٹا کر اسی سے ان کی لَو لگا دی ہے۔ اللہ کی طرف کی نعمتوں کے سوا کسی غیر کے عطا و انعام کی انہیں خواہش ہی نہیں ہوتی۔ انہوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے ہیں اور اس کی محبت کے سیر اب کرنے والے جام سے سرشار ہیں۔ اور ان کے دلوں کی تہ میں اس کا خوف جڑ پکڑ چکا ہے، تو انہوں نے لمبی چوڑی عبادتوں سے اپنی سیدھی کمریں تیڑھی کر لی ہیں اور ہمہ وقت اسی کی طلب میں لگے رہنے کے باوجود ان کے تضرع و عاجزی کے ذخیرے ختم نہیں ہوتے اور قرب الٰہیٰ کی بلندیوں کے باوجود خوف و خشوع کے پھندے ان (کے گلے) سے نہیں اترتے۔ نہ ان میں کبھی خود پسندی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ خیال کرنے لگیں اور نہ جلال پرورد گار کے سامنے ان کے عجز و انکسار نے یہ موقع آنے دیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا سمجھ سکیں۔ ان میں مسلسل تعب اٹھانے کے باوجود بھی سستی نہیں آنے پاتی، اور نہ ان کی طلب و رغبت میں کبھی کمی پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنے پالنے والے کے توقعات سے رد گرداں ہو جائیں اور مسلسل مناجاتوں سے ان کی زبان کی نوکیں خشک ہوتی ہیں اور نہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ دوسرے اشغال کی وجہ سے تضرع وزاری کی آوازوں کو دھیما کر لیں اور نہ عبادت کی صفوں میں ان کے شانے آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اور نہ وہ آرام و راحت کی خاطر اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کر کے اپنی گردنوں کو ادھر سے ادھر کرتے ہیں نہ ان کی کوششوں کے عزم پر غفلت کی نادانیاں حملہ آور ہوتی ہیں۔ اور نہ ان کی (بلند) ہمتوں میں فریب دینے والے وسوسوں کا گزر ہوتا ہے۔

انہوں (فرشتوں) نے احتیاج کے دن کے لئے صاحب عرش کو اپنا ذخیرہ بنا رکھا ہے اور جب دوسرے لوگ مخلوقات کی طرف اپنی خواہشوں کو لے کر بڑھتے ہیں تو یہ بس اسی سے لَو لگاتے ہیں وہ اس کی عبادت کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے۔ انہیں عبادت کا والہانہ شوق (کسی اور طرف لے جانے کے بجائے) ان کی قلبی امید و بیم کے ان ہی سرچشموں کی طرف لے جاتا ہے جن کے سوتے کبھی موقوف نہیں ہوتے۔

خوف کھانے کے وجوہ ختم نہیں ہوئے کہ وہ اپنی کوششوں میں سستی کریں اور نہ دنیا کے طمعوں نے انہیں جکڑ رکھا ہے کہ وہ

دنیا کے لئے وقتی کوششوں کو اپنی اس جدوجہد پر ترجیح دیں اور نہ انہوں نے اپنے سابقہ اعمال کو کبھی بڑا سمجھا ہے۔ اور اگر بڑا سمجھتے تو پھر امیدیں خوفِ خدا کے اندیشوں کو ان (کے صفحہ دل) سے مٹا دیتیں اور نہ شیطان کے ورغلانے سے ان میں باہم اپنے پروردگار کے متعلق کبھی کوئی اختلاف پیدا ہوا، اور نہ ایک دوسرے سے کٹنے (اور بگاڑ پیدا کرنے) کی وجہ سے پراگندہ و متفرق ہوئے اور نہ آپس میں حسد رکھنے کے سبب سے ان کے دلوں میں کینہ و بغض پیدا ہوا اور نہ شک و شبہات میں پڑنے کی وجہ سے تتّر بتّر ہوئے۔ اور نہ پست ہمتیوں نے ان پر کبھی قبضہ کیا۔ وہ ایمان کے پابند ہیں، انہیں اس کے بندھنوں سے کجی، روگردانی، سستی یا کاہلی نے کبھی نہیں چھڑایا۔ سطح آسمان پر کھال کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی سجدہ کرنے والا فرشتہ یا تیزی سے تگ و دو کرنے والا مَلک نہ ہو، پروردگار کی اطاعت کے بڑھنے سے ان کے علم میں زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت کی عظمت و جلالت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

## اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے:-

”جس میں زمین اور اس کے پانی پر بچھائے جانے کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔“

(اللہ نے) زمین کو تہ و بالا ہونے والی مہیب لہروں اور بھرپور سمندروں کی انتہا گہرائیوں کے اوپر پاٹا جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اٹھتی تھیں اور اس طرح پھین دے رہی تھیں جس طرح مستی و ہیجان کے عالم میں نر اونٹ۔ چنانچہ اس متلاطم پانی کی طغیانیاں زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرد ہو گئیں اور جب اس نے اپنا سینہ اس پر ٹیک کر اسے روندا تو سارا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا اور جب اپنے شانے ٹکا کر اس پر لوٹی، تو وہ ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ رام ہو گیا۔ کہاں تو اس کی موجیں دندنا رہی تھیں کہ اب عاجز و بے بس ہو کر تھم گیا۔ اور ذلت کی لگاموں میں اسیر ہو کر مطیع ہو گیا، اور زمین اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن پھیلا کر ٹھہر گئی۔ اور اس کے اٹھلانے اور سر اٹھانے کے غرور اور تکبر سے ناک اوپر چڑھانے اور بہاؤ میں تفوق و سربلندی دکھانے کا خاتمہ کر دیا اور اس کی روانی کی بے اعتدالیوں پر ایسے بند باندھے کہ وہ اچھلنے کودنے کے بعد (بالکل بے دم) ہو کر ٹھہر گیا اور جست و خیز کی سرمستیاں دکھا کر تھم گیا۔ جب اس کے کناروں کے نیچے پانی کی طغیانی کا زور و شور سکون پذیر ہوا اور اس کے کاندھوں پر اونچے اونچے اور چوڑے چکلے پہاڑوں کا بوجھ لد گیا تو (اللہ نے) اس کی ناک کے بانسوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے جنہیں دور و دراز جنگلوں اور کھدے ہوئے گڑھوں میں پھیلا دیا۔ اور پتھروں کی مضبوط چٹانوں اور بلند چوٹیوں والے پتھریلے پہاڑوں سے اس کی حرکت میں اعتدال پیدا کیا۔ چنانچہ اس کی سطح کے مختلف حصوں میں پہاڑوں کے ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی تہ میں گھس جانے اور اس کے ہموار حصوں کی بلندیوں اور پست سطحوں پر سوار ہو جانے کی وجہ سے اس کی تھرتھراہٹ جاتی رہی۔

اللہ نے زمین سے لے کر فضائے بسیط تک پھیلاؤ اور وسعت رکھی اور اس میں رہنے والوں کو سانس لینے کو ہوا مہیا کی اور اس

میں بسنے والوں کو ان کی تمام ضروریات کے ساتھ ٹھہرایا۔ پھر اس نے چٹیل زمینوں کو کہ جن کی بلندیوں تک نہ چشموں کا پانی پہنچ سکتا ہے اور نہ نہروں کے نالے وہاں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ رکھتے ہیں۔ یونہی نہیں رہنے دیا بلکہ ان کے لئے ہوا پر اٹھنے والی گھٹائیں پیدا کیں جو مردہ زمین میں زندگی کی لہریں دوڑا دیتی ہیں۔ اور اس سے گھاس پات اگاتی ہیں۔ اس نے ابر کی بکھری ہوئی چمکیلی ٹکڑیوں اور پراگندہ بدلیوں کو ایک جا کر کے ابر محیط بنایا اور جب اس کے اندر پانی کے ذخیرے حرکت میں آ گئے اور اس کے کناروں میں بجلیاں تڑپنے لگیں اور برق کی چمک سفید ابروں کی تہوں اور گھنے بادلوں کے اندر مسلسل جاری رہی تو اللہ نے انہیں موسلا دھار برسنے کے لئے بھیج دیا۔ اس طرح کہ اس کے پانی سے بھرے ہوئے بوجھل ٹکڑے زمین پر منڈلا رہے تھے۔ اور جنوبی ہوائیں انہیں مسل مسل کر برسنے والے منہ کی بوندیں اور ایکدم ٹوٹ پڑنے والی بارش کے جھالے برسا رہی تھیں۔

جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پیروں سمیت زمین پر ٹیک دیا اور پانی کا سارا لدا لدایا بوجھ اس پر پھینک دیا، تو اللہ نے افتادہ زمینوں سے سرسبز کھیتیاں اگائیں اور خشک پہاڑوں پر ہرا ابھرا سبزہ پھیلا دیا۔ زمین بھی اپنے مرغزاروں کے بناؤ سنگار سے خوش ہو کر جھومنے لگی اور ان شگوفوں کی اوڑھنیوں سے جو اسے اوڑھا دی گئی تھیں اور ان شگفتہ و شاداب کلیوں کے زیوروں سے جو اسے پہنا دیئے گئے تھے، اترانے لگی۔

اللہ نے ان چیزوں کو لوگوں کی زندگی کا وسیلہ اور چوپائیوں کا رزق قرار دیا ہے اور اسی نے زمین کی سمتوں میں کشادہ راستے نکالے ہیں اور اس کی شاہراہوں پر چلنے والوں کے لئے روشنی کے مینار نصب کئے ہیں۔

جب اللہ نے فرش زمین بچھا لیا اور اپنا کام پورا کر لیا تو آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کر لیا اور انہیں نوع انسانی کی فرد اول قرار دیا، اور انہیں اپنی جنت میں ٹھہرایا۔ جہاں دل کھول کر ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور جس سے منع کرنا تھا اس سے پہلے ہی خبر دار کر دیا تھا، اور یہ بتا دیا تھا کہ اس کی طرف قدم بڑھانے میں عدول حکمی کی آلائش ہے اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے، لیکن جس چیز سے انہیں روکا تھا، انہوں نے اسی کا رخ کیا جیسا کہ پہلے ہی سے اس کے علم میں تھا، چنانچہ توبہ کے بعد انہیں جنت سے نیچے اتار دیا، تاکہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد کرے۔ اور ان کے ذریعے بندوں پر حجّت پیش کرے۔

اللہ نے آدمؑ کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی ہیں اور بندوں کے لئے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعہ وہ حجّت (پوری طرح) تمام ہو گئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطہ اختتام کو پہنچ گیا۔

اس (اللہ) نے روزیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ (کسی کے لئے) زیادہ اور (کسی کے لئے) کم اور اس کی تقسیم میں کہیں تنگی رکھی ہے اور کہیں فراخی اور یہ بالکل عدل کے مطابق تھا، اس طرح کہ اس نے جس جس صورت میں چاہا امتحان لیا ہے۔ رزق کی

آسانی یا دشواری کے ساتھ اور مالدار اور فقیر کے شکر و صبر کو جانچہ ہے پھر اس نے رزق کی فراخیوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرے اور اس کی سلامتیوں میں، نت نئی آفتوں کے وعدے اور فراخی و وسعت کی شادمانیوں کے ساتھ غم و غصہ کے گلوگیر پھندے بھی لگا رکھے ہیں۔ اس نے زندگی کی (مختلف) مدّیں مقرر کی ہیں، کسی کو زیادہ اور کسی کو کم، کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کر دیا ہے اور ان مدتوں کی رسیوں کی موت سے گرہ لگا دی ہے اور وہ موت ان کو کھینچے لے جاتی ہے اور ان کے مضبوط رشتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتی ہے۔

وہ (اللہ) بھید (ا) چھپانے والوں کی نیتوں،

کھسر پھسر کرنے والوں کی سرگوشیوں،

مظنون اور بے بنیاد خیالوں، دل میں جمے ہوئے یقینی ارادوں،

پلکوں (کے نیچے) کنکھیوں کے اشاروں،

دل کی تہوں اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے

اور (ان آوازوں کا سننے والا ہے) جن کو کان لگا کر سننے کے لئے کانوں کے سوراخوں کو جھکنا پڑتا ہے

اور چونٹیوں کے موسم گرما کے مسکنوں

اور حشرات الارض کے موسم سرما بسر کرنے کے مقاموں سے آگاہ ہے

اور پسر مردہ عورتوں کے (درد بھرے) نالوں کی گونج اور قدموں کی چاپ کا سننے والا ہے

اور سبز پتیوں کے غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشو و نما پانے کی جگہوں

اور پہاڑوں کی کھوؤں اور ان کے نشیبوں وحشی جانوں کی پناہ گاہوں

اور درختوں کے تنوں اور ان کے چھلکوں میں مچھروں کے سر چھپانے کے سوراخوں

اور شاخوں میں پتیوں کے پھوٹنے کی جگہوں

اور صلب کی گذر گاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں

اور زمین سے اٹھنے والے ابر کے لکوں

اور آپس میں جڑے ہوئے بادلوں

اور تہ بہ تہ جمے ہوئے ابروں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے باخبر ہے

اور ریگ (بیابان) کے ذرے جنہیں بادبگولوں نے اپنے دامنوں سے اڑا دیا ہے اور وہ نشانات جنہیں

بارشوں کے سیلابوں نے مٹا ڈالا ہے اس کے علم میں ہیں

اور ریت کے ٹیلوں پر زمین کے کیڑوں کے چلنے پھرنے

اور سر بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر بال و پر رکھنے والے طائروں کے نشیمنوں

اور گھونسلوں کی اندھیاریوں میں چہچہانے والے پرندوں کے نغموں کو جانتا ہے

اور جن چیزوں کو سیپیوں نے سمیٹ رکھا ہے

اور جن چیزوں کو دریا کی موجیں اپنے پہلوں کے نیچے دبائے ہوئے ہیں

اور جن کو رات (کی تاریک چادروں) نے ڈھانپ رکھا ہے

اور جن پر دن کے سورج نے اپنی کرنوں سے نور بکھیرا ہے

اور جن پر کبھی ظلمت کی تہیں جم جاتی ہیں اور کبھی نور کے دھارے بہہ نکلتے ہیں پہچانتا ہے، وہ (اللہ) ہر قدم کا نشان،

ہر چیز کی حِس و حرکت،

ہر لفظ کی گونج،

ہر ہونٹ کی جنبش،

ہر جاندار کا ٹھکانا،

ہر ذرے کا وزن

اور ہر جی دار کی سسکیوں کی آواز

اور جو کچھ بھی اس زمین پر ہے سب اس کے علم میں ہے

وہ (اللہ) درختوں کا پھل ہو یا ٹوٹ کر گرنے والا پتہ،

یا نطفے یا منجمد خون کا ٹھکانا اور لوتھڑا یا (اس کے بعد) بننے والی مخلوق،

اور پیدا ہونے والا بچہ،

(ان چیزوں کے جاننے میں) اسے کلفت و تعب اٹھانا نہیں پڑی

اور نہ اسے اپنی مخلوق کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ در پیش ہوئی

اور نہ اسے اپنے احکام کے چلانے اور مخلوقات کا انتظام کرنے سے سستی اور گھٹن لاحق ہوئی بلکہ اس (اللہ) کا علم تو ان چیزوں کے اندر تک اترا ہوا ہے اور ایک ایک چیز اس کے شمار میں ہے۔ اس (اللہ) کا عدل ہمہ گیر اور اس کا فضل سب کے شامل حال ہے۔ اور اس کے ساتھ وہ (اللہ) اس کے شایان شان حق کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔

## اے خدا!

تو ہی توصیف و ثنا اور انتہائی درجہ تک سراہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر تجھ سے آس لگائی جائے تو تو دلوں کی بہترین ڈھارس ہے اور اگر تجھ سے امیدیں باندھی جائیں تو تو بہترین سرچشمہ امید ہے۔

تو (اللہ) نے مجھے ایسی قوتِ بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں اور میں اپنی مدح کا رخ کبھی ان لوگوں کی طرف نہیں موڑنا چاہتا، جو نا امیدیوں کا مرکز اور بدگمانیوں کے مقامات ہیں۔ میں نے اپنی زبان کو انسانوں کی مدح اور پروردہ مخلوق کی تعریف و ثنا سے ہٹا لیا ہے۔

## بارِ الہا!

ہر ثناء گستر کے لئے اپنے ممدوح پر انعام و اکرام اور عطا و بخشش پانے کا حق ہوتا ہے اور میں تجھ سے امید لگائے بیٹھا ہوں یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کا پتہ دینے والا ہے۔

## خدایا!

یہ تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے تیری توحید و یکتائی میں تجھے منفرد مانا ہے اور اور ان ستائشوں اور تعریفوں کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا۔ میری احتیاج تجھ سے وابستہ ہے، تیری ہی بخششوں اور کامرانیوں سے اس کی بے نوائی کا علاج ہو سکتا ہے اور اس کے فقر و فاقہ کو تیرا ہی جود و احسان سہارا دے سکتا ہے۔ ہمیں تو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں بخش دے اور دوسروں کی طرف دست طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دے۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

خداوند عالم رزق کا ضامن اور روزی کا کفیل ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

"زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کا ذمہ اللہ نے نہ لیا ہو، (سورہ ھود آیت 6)

لیکن اس کے ضامن رزق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سب کے لئے زندگی و معیشت کے سرو سامان مہیا کر دئے ہیں۔ اور جنگلوں، پہاڑوں، دریاؤں، معدنوں اور زمین کی وسعتوں میں سب کا حصہ یکساں رکھا ہے۔ اور ہر ایک کو ان سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا ہے۔ اس کے انعامات کسی ایک سے مخصوص نہیں ہیں اور نہ اس کے رزق کا دروازہ کسی کے لئے بند ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:۔

كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا

"ہم ان کی اور ان کی تمہارے پروردگار کی بخششوں سے مدد کرتے ہیں، اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی کے لئے بند نہیں۔" (سورہ بنی اسرآئیل آیت 20)

اب اگر کوئی تن آسانی وسہولت پسندی کی وجہ سے ان چیزوں کو حاصل نہ کرے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے تو ایسا نہیں کہ گھر بیٹھے روزی پہنچ جایا کرے۔ اس نے تو زمین پر گوناگوں نعمتوں کے خوان چن دیے ہیں۔ لیکن انہیں حاصل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ سمندر کی تہہ میں موتی بکھیر دیئے ہیں، لیکن انہیں نکالنے کے لئے غوطہ زنی کی حاجت ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں لعل وجواہر بھر دیئے ہیں۔ لیکن کوہ کنی کے بغیر ان تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ زمین میں نمو کے خزانے موجود ہیں مگر تخم پاشی کے بغیر ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ دنیا میں چوطرفہ رزق کے انبار بکھیرے ہوئے ہیں سفر کی مشقتوں کے بغیر انہیں سمیٹا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے:-

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ

"زمین کے اطراف وجوانب میں چلو پھرو، اور اس کا رزق کھاؤ۔" (سورہ الملک آیت 15)

اس کے رازق ہونے کے یہ معنی نہیں کہ نہ کدوکاوش کرنا پڑے نہ تلاش معاش میں گھر سے نکلنا پڑے اور خودبخود روزی پہنچ جایا کرے۔ بلکہ رازق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے زمین میں نشوونما کی صلاحیت پیدا کی۔ روئیدگی کے لئے بادل برسائے، پھل، سبزیاں اور محلے پیدا کئے۔ یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن ان کا حاصل کرنا سعی و عمل سے وابستہ ہے جو جدوجہد کرے گا وہ اپنی کوشش وریاضت کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوگا اور جو اپنی کوشش سے ہاتھ اٹھالے گا، وہ اپنی سستی و کوتاہی کے نتائج سے دوچار ہوگا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:-

وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ

"انسان کو وہی حاصل ہوتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے" (سورہ النجم آیت 39)

نظام قدرت اسی پر قائم ہے کہ بوؤ اور کاٹو، اور بوئے بغیر روئیدگی کی امید رکھنا اور کئے بغیر نتائج کی آس لگانا غلط ہے اعضاو جوارح ہیں ہی اسی لئے کہ انہیں برسرعمل رکھا جائے چنانچہ حضرت باری تعالیٰ کا جناب مریم علیہ السلام سے خطاب ہے۔

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا

"تم خرمے کے درخت کا تنا اپنی طرف ہلاؤ، تم پر پکے ہوئے خرمے گریں گے، انہیں کھاؤ اور (چشمے کا پانی) پیو، اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔" (سورہ مریم آیت 25)

قدرت نے حضرت مریم علیہ السلام کے لئے کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیا لیکن ایسا نہیں کیا کہ خرموں کو درخت سے اتار کر

ان کی جھولی میں ڈال دیا ہوا کیونکہ جہاں تک رزق کے پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ اسی کا کام ہے۔ اس لئے درخت کو سرسبز و شاداب کیا اس میں پھل لگائے اور پھلوں کو پختہ کر دیا لیکن جب انہیں اتارنے کی نوبت آتی ہے تو قدرت دخل نہیں دیتی۔ صرف حضرت مریمؑ کو ان کا کام یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو ہلائیں، اور اپنے رزق کو حاصل کریں۔

اگر اس کی رازقیت کے یہی معنی ہیں کہ "جو دیتا ہے وہی دیتا ہے اور جو ملتا ہے اسی کی طرف سے ملتا ہے" تو پھر انسان جو کچھ بھی کھائے کمائے گا اور جس طرح بھی حاصل کرے گا وہ اس کے لئے حلال ہی ہو گا۔ خواہ چوری سے حاصل ہو یا رشوت سے، ظلم سے حاصل ہو یا غصب سے کیونکہ یہ اللہ کا فعل اور اس کا دیا ہوا رزق ہو گا جس میں انسان کے اختیار کا کچھ دخل نہ ہو گا۔ اور جہاں کوئی چیز اختیار کے حدود سے باہر ہو اس کے لئے حلال و حرام کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس سے کسی قسم کی باز پرس ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں بلکہ اس سے حلال و حرام کا تعلق ہوتا ہے تو پھر اسے انسانی اعمال سے متعلق ہونا چاہئے تاکہ اس سے پوچھا جاسکے کہ اس نے حلال طریقہ سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ سے۔ البتہ جہاں اس نے اکتساب رزق کی قوتیں ہی نہیں دیں، وہاں رزق رسانی کا ذمہ خود لیا ہے، چنانچہ شکم مادر میں جنین کے لئے غذا کے پہنچانے کا سروسامان کیا، جو اس کی ضرورت اور احتیاج کے مطابق اسے ملتا رہتا ہے، لیکن جب یہی بچہ کارگاہ ہستی میں قدم رکھتا ہے اور ہاتھ پیر ہلانے کی سکت اس میں آجاتی ہے تو پھر منہ ہلائے بغیر اپنے سرچشمہ رزق سے غذا حاصل نہیں کر سکتا۔

کائنات ہستی کے نظم و نسق میں جس طرح نتائج کے ترتّب کو انسانی کارگذاریوں سے وابستہ کیا ہے جس سے قوت عمل باطل نہیں ہوتی، اسی طرح ان مساعی کی کامیابی و ناکامی کو اپنی مشیت کا پابند بھی بنایا ہے تاکہ انسان اپنی طاقت عمل پر بھروسہ کر کے خالق کو نہ بھول جائے۔ یہی جبر و تفویض کے درمیان امر بین الامرین کا نقطہ ہے چنانچہ جس طرح تمام کائنات میں قدرت کا ہمہ گیر اور محکم قانون کام کر رہا ہے اس طرح رزق کی پیداوار اور اس کی تقسیم بھی تدبیر و تقدیر دونوں کی کارفرمائی کے ساتھ اس کے ٹھہرائے ہوئے انداز کے مطابق ہوتی ہے جو انسانی نتائج عمل کے تناسب اور پھر اس کی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی وجہ سے کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ۔ اب چونکہ سامان معیشت کا وہی خالق و موجد ہے اور اکتساب رزق کی قوتیں اسی کی بخشی ہوئی ہیں۔ اس لئے رزق کی کمی و بیشی کی نسبت اسی کی طرف دی گئی ہے کہ اس نے سعی و عمل کے اختلاف اور مصالح عباد کے پیش نظر رزق کے الگ الگ معیار اور مختلف پیمانے مقرر کئے ہیں۔ کہیں افلاس ہے اور کہیں خوش حالی، کہیں تکلیف ہے اور کہیں راحت، کوئی مسرت و اطمینان کے گہوارے میں جھول رہا ہے اور کوئی فقر و ناداری کی سختیاں جھیل رہا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:-

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

"اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بے شک

وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (سورہ الشوریٰ آیت 12)

امیر المومنین علیہ السلام نے ایک اور خطبہ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

"ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہے اسے لے کر فرمان قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے۔"

چنانچہ جس طرح بارش کے فیضان کا ایک نظم و انضباط ہے کہ سطح سمندر سے بخارات اٹھیں اور پانی کے ذخیرے اٹھاتے ہوئے فضا میں گھنگور گھٹا کی صورت میں پھیل جائیں اور قطرہ قطرہ کر کے اس طرح ٹپکیں کہ قطروں کے تار بندھ جائیں اور میدانی زمینوں اور بلند ٹیلوں کی رگوں اور نسوں کو سیراب کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں اور جہاں نشیب ہو، پانی کے خزانے جمع کرتے رہیں تاکہ پیاسے آکر پئیں، جانور سیراب ہو، اور سوکھی زمینوں کی اس سے آبیاری ہو۔ یونہی اللہ سبحانہ نے زندگی و معیشت کے تمام سروسامان مہیا کر رکھے ہیں۔ لیکن اس کی بخشش کا ایک منفرد اندازہ ہے جس میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا چنانچہ ارشاد قدرت ہے:-

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ

"کوئی چیز ایسی نہیں جس کے (بھرپور) خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں، لیکن ہم ہر چیز کو مقررہ پیمانے پر بھیجتے ہیں۔" (سورہ الحجر آیت 21)

اگر انسان کی بڑھتی ہوئی طمع و حرص کے پیمانے چھلکنے لگیں تو جس طرح بارش کی فراوانی، روئیدگی اور شادابی کے بجائے فصلیں تباہ کر دیتی ہے، یونہی سامان معیشت و ضروریات زندگی کی کثرت، انسان کو اللہ سے بے نیاز اور بغاوت و سرکشی پر آمادہ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے:-

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ

"اگر خدا اپنے بندوں کی روزی میں فراخی کر دے، تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں، وہ تو ایک اندازے پر جس کے لئے جتنا چاہتا ہے، بھیجتا ہے اور وہ اپنے بندوں (کی مصلحتوں) سے واقف اور ان پر نظر رکھتا ہے۔" (سورہ الشوریٰ آیت 27)

اور اگر رزق میں کمی کر دے تو جس طرح بارش کا رک جانا زمین کو بنجر اور چوپائیوں کو ہلاک کر دیتا ہے یونہی ذرائع رزق کی بندش سے انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے، اور زندگی و معیشت کا کوئی سروسامان باقی نہ رہے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:-

أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَلْ لَجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ

"اگر خدا اپنی روزی کو روک لے، تو کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے" (سورہ الملک آیت 21)

لہٰذا اس حکیم و دانا نے ایک متناسب و معتدل طریقہ پر نظام رزق جاری کیا ہے اور رزق و روزی کی اہمیت ظاہر کرنے اور ایک کو دوسرے سے مرتبط رکھنے کیلئے رزق کی تقسیم میں تفرقے پیدا کر دئے ہیں یہ تفرقہ اور غیر مساویانہ تقسیم کبھی خود انسانی مساعی کے اختلاف کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی نظام عالم کے مجموعی مفاد اور اس کی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی بنا پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر فقر و احتیاج میں نادار کے صبر و استقلال کا امتحان لیا ہے تو ثروت و دولت میں دولتمند کے شکر اور ادائیگی حقوق کی کڑی آزمائش ہے کہ وہ فقراء و مساکین کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں، ناداروں اور فاقہ کشوں کی خبر لیتا ہے یا نہیں، اور پھر جہاں دولت ہوگی طرح طرح کے خطرات بھی پیدا ہوں گے، کبھی مال و جائیداد کے لئے خطرہ ہوگا کبھی فقر و افلاس کا کھٹکا ہوگا۔

چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ جو دولت کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو زیادہ مطمئن اور خوش پاتے ہوں گے ان کے نزدیک یہ بے سروسامانی اور بے مائیگی اس دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہوگی جو ان کے آرام و اطمینان کو چھین لے اور کبھی یہی دولت جسے انسان جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے اس کے جان جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب تک دولت نہ تھی اخلاق محفوظ تھے۔ سیرت بے داغ تھی اور ادھر مال و دولت کی فراوانی ہوئی کہ اخلاق تباہ ہوگئے کردار بگڑ گیا۔ اب شراب کا دورہ بھی ہے، مہوشوں کا جمگھٹا بھی ہے، نغمہ و سرور کی بزم بھی ہے۔ اس صورت میں دولت کا نہ ہونا ہی ایک نعمت تھا لیکن انسان اللہ کی مصلحت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے چیخ اٹھتا ہے اور وقتی تکلیف سے متاثر ہو کر شکوہ شکایت پر اتر آتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کتنی برائیوں سے اس کا دامن بچا رہا ہے کہ جو دولت کے ہونے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی تھیں لہٰذا دولت اگر راحت کی کفیل ہے تو فقر اخلاق کا نگہبان ہے۔

امیر المومنینؑ نے جس اعجازی بلاغت کے ساتھ خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے پر روشنی ڈالی ہے اور جن پُرشکوہ لفظوں کے ساتھ اس کے علم کی ہمہ گیری کی تصویر کھینچی ہے وہ منکر کے ذہن کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:۔

> "اگر ارسطاطالیس کو جو خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہے اس کلام کو سنے، تو اس کا بھی دل جھک جائے۔ رونگھٹے کھڑے ہو جائیں اور خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے کیا اس کلام کی آب و تاب و دبدبہ و طنطنہ، شکوہ و جلال اور متانت و پختگی تم نہیں دیکھتے اور ان اوصاف کے علاوہ اس میں شیریں بیانی، رنگینی لطافت اور سلاست کے جوہر نمایاں ہیں، مجھے تو کوئی کلام اس سے ملتا جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر کوئی کلام اس سے میل کھاتا ہے تو وہ خالق کلام کا کلام ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے جبکہ یہ اسی شجر کی بلند شاخ، اسی دریا کی جدول اور اسی تجلی کا پرتَو ہے۔

جن لوگوں نے صرف اسے عالم کلیات مانا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ جزئیات میں تغیر و تبدّل ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا اسے

عالم جزئیات کی صورت میں اس کے علم کو بھی متغیر ماننا پڑے گا۔ اور علم چونکہ عین ذات ہے لہٰذا ذات بھی تغیرات کی آماجگاہ بن جائے گی، جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ حادث قرار پا کر اپنی قدامت کو کھو بیٹھے گا۔ مگر یہ ایک ظاہر فریب مغالطہ ہے۔ اس لئے کہ تغیر معلوم سے تغیر علم اس وقت لازم آتا ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ اسے ان تغیرات کا علم نہیں اور اگر تمام تغیر و تبدّل کی صورتیں اس کے سامنے آئینہ ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ تغیر معلومات سے اس کے علم کو بھی تغیر پذیر سمجھ لیا جائے۔ جبکہ یہ تغیر صرف معلوم تک محدود ہے۔ اور علم پر اثرانداز نہیں ہوتا۔

## خطبہ 184

### توحید ،علم و معرفت

مسائل الٰہیات کے بنیادی اصول کا تذکرہ، یہ خطبہ توحید کے متعلق ہے اور علم و معرفت کی اتنی بنیادی باتوں پر مشتمل ہے کہ جن پر کوئی دوسرا خطبہ حاوی نہیں ہے۔

جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اس نے اسے یکتا نہیں سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اس نے اس کا قصد نہیں کیا جس نے اسے قابل اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا۔

اس نے اس کا رخ نہیں کیا، جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہو گا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہو گا۔ اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہو گا۔ وہ فاعل سے بغیر آلات کو حرکت میں لائے وہ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے۔ بغیر فکر کی جولانی کے وہ تونگر و غنی ہے بغیر دوسروں سے استفادہ کئے نہ زمانہ اس کا ہم نشین اور نہ آلات اس کے معاون و معین ہیں۔ اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی ہیشگی نقطہ آغاز سے بھی پہلے سے ہے۔ اس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلات شعور نہیں رکھتا۔ اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جو اس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں، اس نے نور کو ظلمت کی، روشنی کو اندھیرے کی، خشکی کو تری کی اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے۔

وہ ایک دوسری کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والا، متضاد چیزوں کو ملانے والا، ایک دوسرے سے دور کی چیزوں کو باہم قریب لانے والا اور باہم پیوست چیزوں کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ وہ کسی حد میں محدود نہیں اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے۔ جسمانی قویٰ تو جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں، انہیں لفظ منذ نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے اور لفظ قد نے ہیشگی سے منع کر دیا ہے۔ اور لفظ لولا نے کمال سے ہٹا دیا ہے۔ انہی اعضاء و جوارح اور حواس و مشاعر کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدہ سے بری ہو گیا ہے۔ حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو سکتے ہیں۔ بھلا جو چیز اس نے مخلوقات پر طاری کی ہو وہ اس پر کیونکر طاری ہو سکتی ہے اور جو چیز پہلے پہل اسی نے پیدا کی ہے وہ اس کی طرف عائد کیونکر ہو سکتی ہے اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو

وہ اس میں کیونکر ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو اس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی اور اس کی ہستی قابل تجزیہ ٹھہرے گی اور اس کی حقیقت ہیشگی و دوام سے علیحدہ ہو جائے گی اگر اس کے لئے سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت بھی ہوتی اور اگر اس میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج ہوتا اور اس صورت میں اس کے اندر مخلوق کی علامتیں آجاتیں اور جب کہ ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل تھیں۔ اس صورت میں وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل بن جاتا حالانکہ وہ اس امر مسلمہ کی رو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع ہے اس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ ادلتا بدلتا نہیں نہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ نہ غروب ہونا اس کے لئے روا ہے۔

اس (اللہ) کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ ورنہ محدود ہو کر رہ جائے گا۔ وہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چھونے سے پاک ہے۔ تصورات اسے پا نہیں سکتے کہ اس کا اندازہ ٹھہرالیں اور عقلیں اس کا تصور نہیں کر سکتیں کہ اس (اللہ) کی کوئی صورت مقرر کرلیں حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اسے محسوس کرلیں اور ہاتھ اس سے مس نہیں ہوتے کہ اسے چھولیں وہ کسی حال میں بدلتا نہیں اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے نہ شب و روز اسے کہنہ کرتے ہیں نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہے۔

اسے (اللہ کے) اجزاء و جوارح صفات میں سے کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصوں سے متصف نہیں کیا جاسکتا اس کے لئے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو کہا نہیں جاسکتا اور نہ یہ کہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اسے بلند کریں اور خواہ پست، یا چیزیں اسے اٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اسے ادھر ادھر موڑیں اور چاہے اسے سیدھا رکھیں۔ نہ وہ چیزوں کے اندر ہے اور نہ ان سے باہر، وہ خبر دیتا ہے بغیر زبان اور تالو جبڑے کی حرکت کے وہ سنتا ہے بغیر کانوں کے سوراخوں اور آلات سماعت کے وہ بات کرتا ہے بغیر تلفظ کے وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے وہ ارادہ کرتا ہے بغیر قلب اور ضمیر کے وہ دوست رکھتا ہے۔ اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقت طبع کے وہ دشمن رکھتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے بغیر غم و غصہ کی تکلیف کے جسے پیدا کرنا چاہتا ہے اسے "ہو جا" کہتا ہے جس سے وہ ہو جاتی ہے بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان (کے پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جاسکے۔

بلکہ اللہ سبحانہ کا کلام بس اس کا ایجاد کردہ فعل ہے اور اس طرح کا کلام پہلے سے موجود نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ جس کے نتیجے میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آجائیں اور صانع و مصنوع برابر ہو جائیں۔

اس (اللہ) نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے نمونہ کے پیدا کیا کہ جو اس سے پہلے کسی دوسرے نے قائم کیا ہو اور اس کے بنانے میں اس نے مخلوقات میں سے کسی ایک کی بھی مدد نہیں چاہی۔

وہ (اللہ) زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں الجھے ہوئے اسے برابر روکے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر ٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا، اور بغیر ستونوں کے اس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند کیا۔ کجی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اسے بچائے رہا۔ اس کے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو مضبوطی سے نصب کیا، اس کے چشموں کو جاری اور پانی کی گزر گاہوں کو شگافتہ کیا۔ اس نے جو بنایا اس میں کوئی سستی نہ آئی۔ اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔

وہ (اللہ) اپنی عظمت و شاہی کے ساتھ زمین پر غالب، علم و دانائی کی بدولت اس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال اور عزت کے سبب سے اس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے وہ جس چیز کا اس سے خواہاں ہوتا ہے وہ اس کے دسترس سے باہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے رد گردانی کر کے اس پر غالب آسکتی ہے اور نہ کوئی تیز رو اس کے قبضہ سے نکل سکتا ہے کہ اس سے بڑھ جائے اور نہ وہ کسی مال دار کا محتاج ہے کہ وہ اسے روزی دے۔ تمام چیزیں اس کے سامنے عاجز اور اسکی بزرگی و عظمت کے آگے ذلیل و خوار ہیں۔ اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود و عطا سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھ لیں نہ اس کا کوئی ہمسر ہے جو اس کے برابر اتر سکے نہ اس کا کوئی مثل و نظیر ہے جو اس سے برابری کر سکے۔ وہی ان چیزوں کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں اور یہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست و نابود کرنا اس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز (و دشوار) نہیں اور کیوں کر ایسا ہو سکتا ہے۔ جبکہ تمام حیوان وہ پرندے ہوں یا چوپائے۔ رات کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں۔ یا چراگاہوں میں چرنے والے جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کی ہوں وہ اور تمام آدمی کو دن و غبی صنف سے ہوں یا زیرک و ہوشیار سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے اور نہ یہ جان سکیں گے کہ اس کے پیدا کرنے کی کیا صورت اور اس جاننے کے سلسلے میں ان کی عقلیں حیران و سرگردان اور قوتیں عاجز و درماندہ ہو جائیں گی اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ خستہ و نامراد ہو کر پلٹ آئیں گے۔

بلا شبہ اللہ سبحانہ دنیا کے مٹ جانے کے بعد ایک اکیلا ہو گا۔ کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہو گی جس طرح کہ دنیا کی ایجاد و آفرینش سے پہلے تھا۔ یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر وقت و مکان اور ہنگام و زمان کے ہو گا اس وقت مدتیں اور اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی۔ سوائے اس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے۔ کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔

ان کی آفرینش کی ابتداء ان کے اختیار و قدرت سے باہر تھی اور ان کا فنا ہونا بھی ان کی روک ٹوک کے بغیر ہو گا۔ اگر ان کو انکار پر قدرت ہوتی تو ان کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی جب اس نے کسی چیز کو بنایا تو اس کے بنانے میں اسے کوئی دشواری پیش

نہیں آئی اور نہ جس چیز کو اس نے خلق وایجاد کیا اس کی آفرینش نے اسے خستہ ودرماند کیا۔

اس (اللہ) نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کو استوار کرنے اور (مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطاط کے خطرات (سے بچنے) اور کسی جمع جتھے والے حریف کے خلاف مدد حاصل کرنے اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک وسلطنت کا دائرہ بڑھانے اور کسی شریک کے مقابلہ میں اپنی کثرت پر اترانے کے لئے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا۔ اور نہ اس لئے کہ اس نے (تنہائی کی) وحشت سے (گھبرا کر) یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں سے جی لگائے، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے بعد فنا کردے گا۔ اس لئے نہیں کہ ان میں ردوبدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو اور نہ اس آسودگی وراحت کے خیال سے کہ جو (انہیں مٹا کر) اسے حاصل ہونے کی توقع ہو اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو، اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزردہ ودل تنگ نہیں بناتی کہ یہ انہیں جلدی سے فنا کردینے کی اسے دعوت دے۔

بلکہ اللہ سبحانہ، نے اپنے لطف وکرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے، اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا۔ نہ اس لئے کہ ان میں سے کسی چیز کی اسے احتیاج ہے اور ان کی مدد کا خواہاں ہے اور نہ تنہائی کی الجھن سے منتقل ہو کر دل بستگی کی حالت پیدا کرنے کے لئے اور جہالت وبے بصیرتی کی حالت سے واقفیت وتجربات کی دنیا میں آنے کے لئے اور فقر واحتیاج سے دولت وفراوانی اور ذلت وپستی سے عزت وتوانائی کی طرف منتقل ہونے کے لئے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔

## خطبہ 1

### ابتدائے آفرینش

معرفت باری کے درجات زمین و آسمان کی خلقت، آدم کی پیدائش، احکام فرقانی کی تقسیم اور حج کا بیان

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے، نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کرسکتے ہیں۔ نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پاسکتی ہیں نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس کے کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں۔ نہ اس کے لئے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس (کی ابتدا) کے لئے کوئی وقت ہے، جسے شمار میں لایا جاسکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے، اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا، تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔

دین کی ابتدا اس (اللہ) کی معرفت ہے،

کمال معرفت، اس کی تصدیق ہے،

کمالِ تصدیق توحید ہے،

کمالِ توحید تنزیہ و اخلاص ہے

اور کمالِ تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتوں کی نفی کی جائے۔ کیونکہ

ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے

اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے

لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے، اس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا

اور جس نے اس (اللہ) کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا، اس نے دوئی پیدا کی

جس نے دوئی پیدا کی، اس نے اس (اللہ) کے لئے جز بناڈالا

اور جو اس (اللہ) کے لئے اجزا کا قائل ہوا، وہ اس (اللہ) سے بے خبر رہا

اور جو اس (اللہ) سے بے خبر رہا اس نے اسے قابل اشارہ سمجھ لیا

اور جس نے اسے قابل اشارہ سمجھ لیا اس نے اس (اللہ) کی حد بندی کردی

اور جو اسے (اللہ کو) محدود سمجھا وہ اسے (اللہ کو) دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا

جس نے یہ کہا کہ وہ (اللہ) کس چیز میں ہے اس نے اسے (اللہ کو) کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا

اور جس نے یہ کہا کہ وہ (اللہ) کس چیز پر ہے اس نے اور جگہیں اس (اللہ) سے خالی سمجھ لیں

وہ (اللہ) ہے، ہُوا نہیں،

(اللہ) موجود ہے، مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا،

وہ (اللہ) ہر شے کے ساتھ ہے، نہ جسمانی اتصال کی طرح،

وہ (اللہ) ہر چیز سے علیحدہ ہے، نہ جسمانی دوری کے طور پر،

وہ (اللہ) فاعل ہے، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں،

وہ (اللہ) اس وقت بھی دیکھنے والا تھا، جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی

وہ (اللہ) یگانہ ہے، اس لئے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھو کر پریشان ہو جائے

اس (اللہ) نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا، بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ اٹھانے کی اسے ضرورت پڑی ہو

اور بغیر کسی حرکت کے جسے اس نے پیدا کیا ہو

اور بغیر کسی ولولہ اور جوش کے جس سے وہ بیتاب ہوا ہو

ہر چیز کو اس کے وقت کے حوالے کیا

بے جوڑ چیزوں میں توازن و ہم آہنگی پیدا کی

ہر چیز کو جداگانہ طبعیت و مزاج کا حامل بنایا

اور ان طبیعتوں کے لئے مناسب صورتیں ضروری قرار دیں

وہ (اللہ) ان چیزوں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا تھا

ان کی حدو نہایت پر احاطہ کئے ہوئے تھا

اور ان کے نفوس و اعضاء کو پہچانتا تھا

پھر یہ کہ اس (اللہ) نے کشادہ فضا، وسیع اطراف و اکناف اور خلا کی وسعتیں خلق کیں

اور ان میں ایسا پانی بہایا،

جس کے دریائے مواج کی لہریں طوفانی اور بحر زخار کی موجیں تہ بہ تہ تھیں

اسے تیز ہوا اور تند آندھی کی پشت پر لادا
پھر اسے پانی کے پلٹانے کا حکم دیا اور اسے اس کے پابند رکھنے پر قابو دیا
اور اسے پانی کی سرحد سے ملا دیا
اس کے نیچے ہوا دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اوپر پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا
پھر اللہ سُبحانہ نے اس پانی کے اندر ایک ہوا خلق کی،
جس کا چلنا بانجھ (بے ثمر) تھا اور اسے اس کے مرکز پر قرار رکھا
اس کے جھونکے تیز کر دئے اور اس کے چلنے کی جگہ دور و دراز تک پھیلا دی
پھر اس ہوا کو مامور کیا کہ وہ پانی کے ذخیرے کو چھیڑ دے
اور بحر بے کراں کی موجوں کو اُچھالے
اس ہوا نے پانی کو یوں متھ دیا جس طرح دہی کے مشکیزے کو متھا جاتا ہے
اور اسے ڈھکیلتی ہوئی تیزی سے چلی جس طرح خالی فضا میں چلتی ہے
اور پانی کے ابتدائی حصّے پر اور ٹھہرے ہوئے کو چلتے ہوئے پانی پر پلٹانے لگی
یہاں تک کہ اس متلاطم پانی کی سطح بلند ہو گئی اور وہ تہ بہ تہ پانی جھاگ دینے لگا
اللہ نے وہ جھاگ کھلی ہوا اور کشادہ فضاء کی طرف اٹھائی
اور اس سے ساتوں آسمان پیدا کئے
نیچے والے آسمان کو رکی ہوئی موج کی طرح بنایا
اور اوپر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی
نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت
پھر ان کو ستاروں کی سج دھج اور روشن تاروں کی چمک دمک سے آراستہ کیا
اور ان میں ضُو پاش چراغ اور جگمگاتا چاند رواں کیا
جو گھومنے والے فلک چلتی پھرتی چھت اور جنبش کھانے والی لوح میں ہے
پھر خداوند عالم نے
بلند آسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کئے
اور ان کی وسعتوں کو طرح طرح کے فرشتوں سے بھر دیا

کچھ ان میں سر بسجود ہیں، جو رکوع نہیں کرتے،
کچھ رکوع میں ہیں جو سیدھے نہیں ہوتے،
کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے
اور کچھ پاکیزگی بیان کر رہے ہیں جو اکتاتے نہیں،
نہ ان کی آنکھوں میں نیند آتی ہے
نہ ان کی عقلوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے
نہ ان کے بدنوں میں سستی و کاہلی آتی ہے
نہ ان پر نسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے

ان میں کچھ تو وحی الٰہی کے امین، اس کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کے لئے زبان حق اور اس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں، کچھ اس (اللہ) کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاسبان ہیں کچھ وہ ہیں جن کے قدم زمین کی تہ میں جمے ہوئے ہیں اور ان کے پہلو اطراف عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں ان کے شانے عرش کے پایوں سے میل کھاتے ہیں عرش کے سامنے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور اس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ان میں اور دوسری مخلوق میں عزت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے حائل ہیں

وہ شکل و صورت کے ساتھ اپنے رب کا تصور نہیں کرتے،
نہ اس پر مخلوق کی صفتیں طاری کرتے ہیں،
نہ اسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں
نہ اشیاء و نظائر سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

## آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں فرمایا:

پھر اس (اللہ) نے سخت و نرم اور شیریں و شورہ زار زمین سے مٹی جمع کی، اسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی اور تری سے اتنا گوندھا کہ اس میں لس پیدا ہو گیا۔ اس سے ایک ایسی صورت بنائی، جس میں موڑ ہیں اور جوڑ اعضا ہیں اور مختلف حصّے، اسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود تھم سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ کھنکھنانے لگی ایک وقت معین اور مدت معلوم تک اسے یونہی رہنے دیا۔ پھر اس میں روح پھونکی، تو وہ ایسے انسان کی صورت میں کھڑی ہو گئی جو قوائے ذہنی کو حرکت دینے والا، فکری حرکات سے تصرّف کرنے والا اعضاء و جوارح سے خدمت لینے والا اور ہاتھ پیروں کو چلانے والا ہے اور ایسی شناخت کا مالک ہے، جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے اور مختلف مزوں، بوؤں، رنگوں اور جنسوں میں فرق کرتا ہے، خود رنگا رنگ کی مٹّی اور ملتی جلتی

ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد غلطوں سے اس کا خمیر ہوا ہے۔ یعنی گرمی، سردی، تری، خشکی کا پیکر ہے۔

پھر اللہ نے فرشتوں سے چاہا کہ وہ اس کی سونپی ہوئی ودیعت ادا کریں اور اس کے پیمان وصیت کو پورا کریں۔ جو سجدہ آدم کے حکم کو تسلیم کرنے اور اس کی بزرگی کے سامنے تواضع و فروتنی کے لئے تھا۔

اس لئے اللہ نے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو

ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا

اسے عصبیت نے گھیر لیا

بد بختی اس پر چھا گئی

آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے اپنے کو بزرگ و برتر سمجھا

اور کھنکھناتی، ہوئی مٹّی کی مخلوق کو ذلیل جانا۔

اللہ نے اسے مہلت دی تا کہ وہ پورے طور پر غضب کا مستحق بن جائے اور (بنی آدم) کی آزمائش پایہ تکمیل تک پہنچے اور وعدہ پورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے اس سے کہا کہ تجھے وقت معین کے دن تک کی مہلت ہے۔

پھر اللہ نے آدم کو ایسے گھر میں ٹھہرایا جہاں ان کی زندگی کو خوش گوار رکھا۔ انہیں شیطان اور اس کی عداوت سے بھی ہوشیار کر دیا، لیکن ان کے دشمن نے ان کے جنت میں ٹھہرنے اور نیکو کاروں میں مِل جُل کر رہنے پر حسد کیا اور آخر کار انہیں فریب دے دیا۔ آدم نے یقین کو شک اور ارادے کے استحکام کو کمزوری کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ مسرت کو خوف سے بدلہ لیا۔ اور فریق خوردگی کی وجہ سے ندامت اٹھائی۔

پھر اللہ نے آدم کے لئے توبہ کی گنجائش رکھی۔ انہیں رحمت کے کلمے سکھائے۔ جنت میں دوبارہ پہنچانے کا ان سے وعدہ کیا اور انہیں دارِ ابتلا و محلِ افزائش نسل میں اتار دیا۔

اللہ سُبحانہ نے ان کی اولاد سے انبیاء چنے۔ وحی پر ان سے عہد و پیمان لیا۔ تبلیغ رسالت کا انہیں امین بنایا۔ جبکہ اکثر لوگوں نے اللہ کا عہد بدل دیا تھا۔ چنانچہ وہ اس کے حق سے بے خبر ہو گئے۔ اوروں کو اس کا شریک بنا ڈالا۔ شیاطین نے اس کی معرفت سے انہیں روگرداں اور اس کی عبادت سے الگ کر دیا۔ اللہ نے ان میں اپنے رسول مبعوث کئے اور لگاتار انبیاء بھیجے تا کہ ان سے فطرت کے عہد و پیمان پورے کرائیں۔ اس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد دلائیں۔ پیغام ربانی پہنچا کر حجّت تمام کریں۔ عقل کے دفینوں کو ابھاریں اور انہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ یہ سروں پر بلند بام آسمان ان کے نیچے بچھا ہوا فرش زمیں، زندہ رکھنے والا سامان معیشت، فنا کرنے والی اجلیں، بوڑھا کر دینے والی بیماریاں اور پے در پے آنے والے حادثے۔

اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبر یا آسمانی کتاب یا دلیل قطعی یا طریق روشن کے کبھی یونہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسول، جنہیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی۔ ان میں کوئی سابق تھا، جس نے بعد میں

آنے والے کا نام و نشان بتایا۔ کوئی بعد میں آیا، جسے پہلا پہچنوا چکا تھا، اسی طرح مدتیں گزر گئیں۔ زمانے بیت گئے، باپ داداؤں کی جگہ پر ان کی اولادیں بس گئیں۔

یہاں تک کہ اللہ سُبحانہ، نے ایفائے عہد و امامِ نبوّت کے لئے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ، کو مبعوث کیا۔ جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جاچکا تھا۔ جن کے علامات (ظہور) مشہور محل ولادت مبارک و مسعود تھا۔ اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جدا جدا خواہشیں، متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں۔ یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے، کچھ اسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

## خداوند عالم نے

آپ ﷺ کی وجہ سے انہیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا اور

آپ ﷺ کے وجود سے انہیں جہالت سے چھڑایا۔

پھر اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کو اپنے لقاؤ قرب کے لئے چنا۔ اپنے خاص انعامات

آپ ﷺ کے لئے پسند فرمائے

اور دار دنیا کی بود و باش سے آپ ﷺ کو بلند تو سمجھا

اور زحمتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپ ﷺ کے رخ کو موڑا

اور دنیا سے باعزت آپ ﷺ کو اٹھالیا۔

حضرت ﷺ تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے، جو انبیاء اپنی امتّوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے اس لئے کہ وہ طریق واضح و نشانِ محکم قائم کئے بغیر یوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں چھوڑتے تھے۔ پیغمبر ﷺ نے تمہارے پروردگار کی کتاب تم میں چھوڑی ہے اس حالت میں کہ انہوں نے کتاب کے حلال و حرام، واجبات و مستحبات، ناسخ و منسوخ رخص و عزائم، خاص و عام، عبر و امثال، مقید و مطلق، محکم و متشابہ کو واضح طور سے بیان کر دیا

(قرآن کی)

مجمل آیتوں کی تفسیر کر دی اس کی گتھیوں کو سلجھا دیا

اس میں کچھ آیتیں وہ ہیں، جن کے جاننے کی پابندی عائد کی گئی ہے

اور کچھ وہ ہیں کہ اگر اس کے بندے ان سے ناواقف رہیں تو مضائقہ نہیں،

کچھ احکام ایسے ہیں

جن کا وجوب کتاب سے ثابت ہے اور حدیث سے ان کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے

اور کچھ احکام ایسے ہیں،
جن پر عمل کرنا حدیث کی رو سے واجب ہے،
لیکن کتاب میں ان کے ترک کی اجازت ہے

اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں جن کا وجوب وقت سے وابستہ ہے اور زمانہ آئندہ میں ان کا وجوب برطرف ہو جاتا ہے
قرآن کے محرمات میں بھی تفریق ہے۔

کچھ کبیرہ ہیں، جن کے لئے آتشِ جہنّم کی دھمکیاں ہیں
اور کچھ صغیرہ ہیں جن کے لئے مغفرت کے توقعات پیدا کئے ہیں
کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا تھوڑا سا حصّہ بھی مقبول ہے، اور زیادہ سے زیادہ اضافہ کی گنجائش رکھی ہے۔

## اسی خطبہ میں حج کے سلسلے میں فرمایا:

اللہ نے اپنے گھر کا حج تم پر واجب کیا، جسے لوگوں کا قبلہ بنایا ہے جہاں لوگ اس طرح کھنچ کر آتے ہیں جس طرح پیاسے حیوان پانی کی طرف اور اس طرح وارفتگی سے بڑھتے ہیں، جس طرح کبوتر اپنے آشیانوں کی جانب اللہ جل شانہ نے اس کو اپنی عظمت کے سامنے ان کی فروتنی و عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا نشان بنایا ہے اس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چن لئے جنہوں نے اس کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے کلام کی تصدیق کی وہ انبیاء کی جگہوں پر ٹھہرے۔ عرش پر طواف کرنے والے فرشتوں سے شباہت اختیار کی۔ وہ اپنی عبادت کی تجارت گاہ میں منفعتوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاہ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں۔

اللہ سبحانہ، نے اس گھر کو اسلام کا نشان بنایا چاہنے والوں کے لئے حرم بنایا ہے۔ اس کا حج فرض اور ادائیگی حق کو واجب کیا ہے اور اس کی طرف راہ نوردی فرض کر دی ہے۔

چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

”اللہ کا واجب الادا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا حج کریں۔ جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے“

(سورہ آلِ عمران آیت 97)

## اس خطبہ کا خلاصہ:

”دین کی اصل و اساس خدا شناسی ہے“۔

دین کے لغوی معنی اطاعت اور عرفی معنی شریعت کے ہیں۔ یہاں خواہ لغوی معنی مراد لئے جائیں یا عرفی دونوں صورتوں میں مگر ذہن کسی معبود کے تصور سے خالی ہو، تو نہ اطاعت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا کیونکہ جب کوئی منزل ہی سامنے نہ ہوگی، تو منزل کے رخ پر بڑھنے کے کیا معنی اور جب کوئی مقصد ہی پیش نظر نہ ہوگا تو اس کے لئے تگ و دو کرنے کا کیا مطلب! البتہ جب انسان کی عقل و فطرت اس کا سر رشتہ کسی مافوق الفطرت طاقت سے جوڑ دیتی ہے اور اس کا ذوق پرستاری و جذبۂ عبودیت اسے کسی معبود کے آگے جھکا دیتا ہے تو وہ من مانی کر گزرنے کے بجائے اپنی زندگی کو مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اور انہی پابندیوں کا نام دین ہے جس کا نقطہ آغاز صانع کی معرفت اور اس کی ہستی کا اعتراف ہے۔

معرفت کی بنیادی حیثیت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اس کے ضروری ارکان و شرائط بیان فرمائے ہیں۔ اور عموماً افراد انسانی جن ناقص مراتب ادراک کو اپنی منزل آخر بنا کر قائع ہو جاتے ہیں، ان کے ناکافی ہونے کا اظہار فرمایا ہے اور اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ فطرت کے وجدان احساس اور ضمیر کی راہنمائی سے یا اہل مذاہب کی زبان سے سن کر اس ان دیکھی ہستی کا تصور ذہن میں پیدا ہو جائے جو خدا کہی جاتی ہے۔ یہ تصور در حقیقت فکر و نظر کی ذمہ داری اور تحصیل معرفت کا حکم عائد ہونے کا عقلاً پیش خیمہ ہے۔ لیکن تساہل پسند یا ماحول کے دباؤ میں اسیر ہستیاں اس تصور کے پیدا ہونے کے باوجود طلب کی زحمت گوارا نہیں کرتیں تو وہ تصور تصدیق کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ اس صورت میں وہ معرفت سے محروم ہو جاتی ہیں اور باوجود تصور منزل تصدیق سے ان کی محرومی چونکہ بالا اختیار ہوتی ہے اس لئے وہ اس پر مواخذہ کی مستحق ہوتی ہیں، لیکن جو اس تصور کی تحریک سے متاثر ہو کر قدم آگے بڑھاتا ہے وہ غور و فکر ضروری سمجھتا ہے اور اس طرح دوسرا درجہ ادراک کا حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مخلوقات کی بوقلمونیوں اور مطنوعات کی نیرنگیوں سے صانع عالم کا کھوج لگایا جائے۔ کیونکہ ہر نقش نقاش کے وجود پر اور ہر اثر موثر کی کار فرمائی پر ایک ٹھوس اور بے لچک دلیل ہے۔ چنانچہ انسان جب اپنے گرد و پیش نظر دوڑاتا ہے تو اسے ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی کہ جو کسی صانع کی کار فرمائی کے بغیر موجود ہو گئی ہو۔ یہاں تک کہ کوئی نقش قدم بغیر راہرو کے اور کوئی عمارت بغیر معمار کے کھڑی ہوتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ تو کیونکہ یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ فلک نیلگوں اور اس کی پہنائیوں میں آفتاب و ماہتاب کی تجلّیاں اور یہ زمین اور اس کی وسعتوں میں سزرہ و گل کی رعنائیاں بغیر کسی صانع کی صنعت طرازی کے موجود ہو گئی ہوں گی۔ لہٰذا موجودات عالم اور نظم کائنات کو دیکھنے کے بعد کوئی انسان اس نتیجہ تک پہنچنے سے اپنے دل و دماغ کو نہیں روک سکتا کہ اس جہاں رنگ و بو کا کوئی بنانے سنوارنے والا ہے۔ کیونکہ تہی و امان وجود سے فیضان وجود نہیں ہو سکتا اور نہ عدم سے وجود کا سرچشمہ پھوٹ سکتا ہے۔ قرآن نے اس استدلال کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔ ”فی اللہ شک فاطر السمٰوت و الارض“ کیا اللہ کے وجود میں شک ہو سکتا ہے۔ جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن یہ درجہ بھی ناکافی ہے جبکہ اس کی

تصدیق میں غیر کی الوہیت کے عقیدہ کی آمیزش ہو۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کی ہستی کا اقرار وحدت و یگانگت کے اعتراف کے ساتھ ہو۔ بغیر اس کے خدا کی تصدیق مکمل نہیں ہو سکتی کیونکہ جس کے ساتھ اور بھی خدا ماننے جائیں گے۔ وہ ایک نہیں ہو گا اور خدا کے لئے ایک ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک سے زائد ہونے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ اس کائنات کو ان میں سے ایک نے پیدا کیا ہے یا سب نے مل جل کر اگر ایک نے پیدا کیا ہے، تو اس میں کوئی خصوصیت ہونا چاہئے۔ ورنہ اس ایک کو بلا وجہ ترجیح ہو گی جو عقلاً باطل ہے، اور اگر سب نے مل جل کر بنایا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دوسروں کی مدد کے بغیر اپنے امور کی انجام دہی نہ کر سکتا ہو گا یا ان کی شرکت و تعاون سے بے نیاز ہو گا۔

پہلی صورت میں اس کا محتاج و دست نگر ہونا اور دوسری صورت میں ایک فعل کے لئے کئی ایک مستقل فاعلوں کا کار فرما ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں صورتیں اپنے مقام پر باطل کی جا چکی ہیں۔ اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ سارے خداؤں نے حصّہ رسدی مخلوقات کو آپس میں بانٹ کر ایجاد کیا ہے، تو اس صورت میں تمام ممکنات کی ہر واجب الوجود سے یکساں نسبت نہ رہے گی، بلکہ صرف اپنے بنانے والے ہی سے نسبت ہو گی۔ حالاں کہ ہر واجب کو ہر ممکن سے اور ہر ممکن کو ہر واجب سے یکساں نسبت ہونا چاہئے۔ کیونکہ تمام ممکنات اثر پذیری میں اور تمام واجب الوجود اثر اندازی میں ایک سے مانے گئے ہیں۔ تو اب اسے ایک مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ متعدد خالق ماننے کی صورت میں کسی چیز کے موجود ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شئے کے لئے تباہی و بربادی ضروری قرار پاتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے اس دلیل کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے تو یہ زمین و آسمان دونوں تباہ و برباد ہو جاتے۔ (سورہ الانبیاء آیت 22)

چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسے ہر نقص و عیب سے پاک سمجھا جائے اور جسم و صورت، تمثیل و تشبیہ، مکان و زمان، حرکت و سکون اور عجز و جہل سے منزہ مانا جائے۔ کیونکہ اس باکمال و بے عیب ذات میں نہ کسی نقص کا گزر ہو سکتا ہے نہ اس کے دامن پر کسی عیب کا دھبہ ابھر سکتا ہے۔ اور نہ اس کو کسی کے مثل و مانند ٹھہرایا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں وجوب کی بلندیوں سے اتار کر امکان کی پستیوں میں لے آنے والی ہیں۔

چنانچہ قدرت نے توحید کے پہلو بہ پہلو اپنی تنزیہہ و تقدیس کو بھی جگہ دی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ {1} اللَّهُ الصَّمَدُ {2} لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ {3} وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ {4}

کہہ دو کہ اللہ یگانہ ہے، اس کی ذات بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہم پلّہ ہے۔ (سورہ اخلاص)

قَدْ جَاءَكُم بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ

اس کو نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں، البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور باخبر ہے۔ (سورہ الانعام آیت 106)

فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

اللہ کے لئے مثالیں نہ گڑھ لیا کرو بے شک اصل حقیقت کو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (سورہ النحل آیت 74)

فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے۔ وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے (سورہ الشوریٰ آیت 11)

پانچواں درجہ یہ ہے کہ جس سے معرفت مکمل ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں صفتوں کو الگ سے نہ سمویا جائے کہ ذات احدیت میں دوئی کی جھلک پیدا ہو جائے اور توحید اپنے صحیح مفہوم کو کھو کر ایک تین اور تین ایک کے چکر میں پڑ جائے۔ کیونکہ اس کی ذات جواہر و عرض کا مجموعہ نہیں کہ اس میں صفتیں اس طرح قائم ہوں جس طرح پھول میں خوشبو اور ستاروں میں چمک بلکہ اس کی ذات خود تمام صفتوں کا سرچشمہ ہے اور وہ اپنے کمالات ذاتی کے اظہار کے لئے کسی توسط کی محتاج نہیں ہے مگر اسے عالم کہا جاتا ہے تو اس بنا پر کہ اس کے علم کے آثار نمایاں ہیں اور اگر اسے قادر کہا جاتا ہے تو اس لئے کہ ہر ذرہ اس کی قدرت و کارفرمانی کا پتہ دے رہا ہے اور سمیع و بصیر کہا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ کائنات کی شیرازہ بندی اور مخلوقات کی چارہ سازی دیکھے اور سنے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مگر ان صفتوں کی نمود اس کی ذات میں اس طرح نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔ جس طرح ممکنات میں کہ اس میں علم آئے تو وہ عالم ہو اور ہاتھ پیروں میں توانائی آئے تو وہ قادر و توانا ہو کیونکہ صفت کو ذات سے الگ ماننے کا لازمی نتیجہ دکائی ہے اور جہاں دوئی کا تصور ہو اوہاں توحید کا عقیدہ رخصت ہوا۔ اسی لئے امیر المومنین علیہ السلام نے زائد بر ذات صفات کی نفی فرما کر صحیح توحید کے خد و خال سے آشنا فرمایا ہے اور دامن وحدت کو کثرت سے دھبوں سے بدنما نہیں ہونے دیا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے لئے کوئی صفت تجویز ہی نہیں کی جا سکتی کہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہو، جو

سبلی تصورات کے بھیانک اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

حالانکہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس کی صفتوں کے آثار سے چھلک رہا ہے اور مخلوقات کا ذرّہ ذرّہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ جاننے والا ہے، قدرت والا ہے، سننے اور دیکھنے والا ہے اور اپنے دامن ربوبیت میں پالنے والا اور سایہ رحمت میں پروان چڑھانے والا ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی ذات میں الگ سے کوئی ایسی چیز تجویز نہیں کی جاسکتی کہ اسے صفت سے تعبیر کرنا صحیح ہو، کیونکہ جو ذات ہے وہی صفت ہے اور جو صفت ہے وہی ذات ہے۔ اسی مطلب کو امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ کی زبانِ فیض ترجمان سے ساعت فرمائے اور پھر مذاہب عالم کے عقیدہ توحید کو اس کی روشنی میں دیکھئے اور پرکھئے کہ توحید کے صحیح مفہوم سے روشناس کرانے والی فردیں کون تھیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

ہمارا خدائے بزرگ و برتر ہمیشہ سے عین علم رہا حالانکہ معلوم ابھی کتم عدم میں تھا اور عین سمع و بصر رہا، حالانکہ نہ کسی آواز کی گونج بلند ہوئی تھی اور نہ کوئی دکھائی دینے والی چیز تھی اور عین قدرت رہا حالانکہ قدرت کے اثرات کو قبول کرنے والی کوئی شے نہ تھی۔

پھر جب اس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اور معلوم کا وجود ہوا تو اس کا علم معلومات پر پوری طرح منطق ہوا خواہ وہ سنی جانے والی صدائیں ہوں یا دیکھی جانے والی چیزیں ہوں اور مقدور کے تعلق سے اس کی قدرت نمایاں ہوئی۔

یہ وہ عقیدہ ہے جس پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے مگر سوادِ اعظم نے اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور ذات و صفات میں علیحدگی کا تصور پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ شہرستانی نے تحریر کیا ہے کہ

ابو الحسن اشعری کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ علم، قدرت، حیات، ارادہ، کلام، اور سمع و بصر کے ذریعہ عالم، قادر، زندہ، مرید، متکلم اور سمیع و بصیر ہے۔

اگر صفتوں کو اس طرح زائد بر ذات مانا جائے تو وہ حال سے خالی نہیں یا تو یہ صفتیں ہمیشہ سے اس میں ہوں گی یا بعد میں طاری ہوئی ہوں گی۔

* پہلی صورت میں جتنی اس کی صفتیں مانی جائیں گی اتنے ہی قدیم اور ماننا پڑیں گے۔ جو قدامت میں اس کے شریک ہوں گے۔ تعالی اللہ عما یشر کون اور دوسری صورت میں اس کی ذات کو محل حوادث قرار دینے کے علاوہ یہ لازم آئے گا کہ وہ ان صفتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نہ عالم ہو، نہ قادر نہ سمیع ہو اور نہ بصیر اور یہ عقیدہ اساسی طور پر اسلام کے خلاف ہے۔

* قرآن مجید کے احکام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں حلال و حرام کا بیان ہے 'جیسے'

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ

" اللہ نے خرید و فروخت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے " (سورہ البقرہ آیت 275)

اس میں فرائض و مستحبات کا ذکر ہے جیسے

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا

"جب نماز (خوف) ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کو یاد کرو اور جب دشمن کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ تو پھر (معمول کے مطابق) نماز پڑھا کرو۔" (سورہ النساء آیت 103)

نماز فرض ہے اور دوسرے اذکار مستحب ہیں۔ اس میں ناسخ و منسوخ بھی ہیں۔ ناسخ جیسے عدہ وفات میں اربعته اشهر و عشرا (چار مہینے دس دن) اور منسوخ جیسے متاعاً الی الحول غیر اخرج

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدہ وفات ایک سال ہے۔ اس میں مخصوص مواقع پر حرام چیزوں کے لئے رخصت و اجازت بھی ہے جیسے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

اگر کوئی شخص بحالت مجبوری (حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں درآں صورتیکہ حدود شریعت کو توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا نہ چاہتا ہو۔

"اس میں اٹل احکام بھی ہیں جیسے

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا

ترجمہ (سورہ الکہف آیت 110)

اس میں خاص و عام بھی ہیں خاص وہ کہ جس کے لفظ میں وسعت ہو اور معنی مقصود کا دائرہ محدود ہو جیسے

وانی فضلتکمه علی العالمین

"اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے"

اس میں عالمین سے صرف انہی کا زمانہ مراد ہے اگرچہ لفظ تمام جہانوں کو شامل ہے اور عالم وہ ہے جو اپنے معنی میں پھیلاؤ رکھتا ہو۔ جیسے

والله بکل شیٔ علیم

"اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

اس میں عبرتیں اور مثالیں بھی ہیں۔ عبرتیں جیسے

فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ (25)

خدا نے اسے دنیا و آخرت کے عذاب میں دھر لیا (سورہ النّٰزعٰت)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ (26)

جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے اس میں عبرت کا سامان ہے۔" (سورہ النّٰزعٰت)

اور مثالیں جیسے

مثل الذین ینفقون اموالھمہ فی سبیل اللہ کمثل جنّۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنلۃ ماءۃ جۃ

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس بیج کی سی ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں

اس میں مطلق و مقید ہیں۔ مطلق وہ کہ جس میں کسی قسم کی تقیید و پابندی نہ ہو جیسے

واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ

اس موقعہ کو یاد کرو کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم کوئی سی گائے ذبح کرو۔"

اور مقیّد وہ کہ جس میں تشخص و قیود کی پابندی ہو جیسے

انہ یقول انھا بقرہ لاذلول تیثر الارض ولا تسقی الحرث

اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو، جو نہ ہل میں جوتی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتوں کو سینچا گیا ہو

اس میں محکم و متشابہ بھی ہیں۔ محکم وہ کہ جس میں کوئی گنجلک نہ ہو جیسے

ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اور متشابہ وہ کہ جس کے معنی الجھے ہوئے ہوں۔ جیسے

الرحمن علی العرش استوی

جس کے ظاہر مفہوم سے توہم بھی ہوتا ہے کہ وہ جسمانی طور پر عرش پر برقرار ہے لیکن مقصود غلبہ و تسلط ہے۔ اس میں بعض احکام مجمل ہیں جیسے

اقیموا الصلوٰۃ

نماز قائم کرو

اس میں گہرے مطالب بھی ہیں جیسے وہ آیات کو جن کے متعلق قدرت کا ارشاہ ہے کہ

لا یعلمه تاویله الا استدو الراسخون فی العلمه

ان کی تاویل کو اللہ اور رسول اور علم کی گہرائیوں میں اترے ہوئے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا،

پھر ایک دوسرے عنوان سے تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ جیسے

فاعلم انه لا اله الا الله

اس بات کو جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں

اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری نہیں ہے جیسے المہ وغیرہ اور اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جو سنت پیغمبر سے منسوخ ہو گئے ہیں۔ جیسے

وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا

تمہاری عورتوں میں سے جو بد چلنی کی مرتکب ہوں، ان کی بدکاری پر اپنے آدمیوں میں سے چار کی گواہی لو۔ اور اگر وہ گواہی دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ موت ان کی زندگی ختم کر دے (سورہ النساء آیت 15)

یہ سزا اوائل اسلام میں تھی، لیکن بعد میں شوہر دار عورتوں کے لئے اس حکم کو حکم رجم سے منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جن سے سنت پیغمبر منسوخ ہو گئی۔ جیسے

فول وجهک شطر المسجد الحرام

چاہئے کہ تم اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو

اس سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو صرف مقررہ وقت پر واجب ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کا وجوب باقی نہیں رہتا جیسے

ا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (9)

جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو ذکر الٰہی کی طرف جلدی سے بڑھو (سورہ الجمعہ)

اس میں حرام کردہ چیزوں کی تفریق بھی قائم کی گئی ہے۔ جیسے گناہوں کا صغیرہ و کبیرہ ہونا، صغیرہ جیسے

قل المؤمنین یغضوا من ابصارهم

ایمان والوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں

اور کبیرہ جیسے

**ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جهنم خالدا فیها**

جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا

اس میں ان اعمال کا بھی ذکر ہے جنہیں تھوڑا سا بجالانا بھی کفایت کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بجالانے کی بھی گنجائش ہے۔

جیسے

**فاقرؤا ما تیسر امن القرآن**

جتنا بآسانی قرآن پڑھ سکو اتنا پڑھ دیا کرو

## خطبہ 45

### حمد رب العالمین

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس کی رحمت سے ناامیدی نہیں اور جس کی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں نہ اس کی مغفرت سے کوئی مایوس ہے، نہ اس کی عبادت سے کسی کو عار ہو سکتا ہے، اور نہ اس کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہے، اور نہ اس کی نعمتوں کا فیضان کبھی رکتا ہے۔ دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے لئے فنا طے شدہ امر ہے۔ اور اس میں بسنے والوں کے لئے یہاں سے بہر صورت نکلنا ہے۔ یہ دنیا شیریں و شاداب ہے، اپنے چاہنے والے کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور دیکھنے والے کے دل میں سما جاتی ہے۔ جو تمہارے پاس بہتر سے بہتر توشہ ہو سکے، اسے لے کر دنیا سے چل دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس دنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ نہ چاہو، اور جس سے زندگی بسر ہو سکے اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرو۔

خطبہ 49

## حمد رب العالمین

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی گہرائیوں میں اترا ہوا ہے۔ اس کے ظاہر وہویدا ہونے کی نشانیاں اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔ گو دیکھنے والے کی آنکھ سے وہ نظر نہیں آتا۔ پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تو نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شئے اس سے قریب تر نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے۔ اور نہ اس کے قرب نے اسے دوسروں کی سطح پر لا کر ان کے برابر کر دیا ہے۔ اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حد و نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کے لئے ان کے آگے پردے بھی حائل نہیں کئے۔ وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اس طرح اسکی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے والے کا دل بھی اقرار کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں۔ اور اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

خطبہ 63

## صفاتِ الٰہی

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اول اور ظاہر ہونے سے پہلے باطن رہا ہو۔ اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا وہ قلت و کمی میں ہو گا۔ اس کے سوا ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک، اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے۔

اس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی عاجز اور اس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اسے بہرا کر دیتی ہیں اور دور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہو سکتا اور کوئی باطن اس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اسے کوئی خطرہ تھا۔ یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اترانے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مد مقابل کے خلاف اسے مدد حاصل کرنا تھی۔ (بلکہ یہ ساری مخلوق اسی کے قبضے میں ہے اور سب اس کے عاجز و ناتواں بندے ہیں وہ دوسری چیزوں میں سمایا ہوا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان کے اندر ہے اور نہ ان چیزوں سے دور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ ہے۔ ایجاد خلق اور تدبیر عالم نے اسے خستہ و درماندہ نہیں کیا۔ اور نہ (حسب منشاء) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اسے دامن گیر ہوا ہے اور نہ اسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے۔ بلکہ اس کے فیصلے مضبوط، علم محکم اور احکام قطعی ہیں مصیبت کے وقت بھی اسی کی آس رہتی ہے اور نعمت کے وقت بھی اس کا ڈر لگا رہتا ہے۔

## خطبہ 88

### صفاتِ الٰہی

صفاتِ باری اور پند و موعظت کے سلسلہ میں فرمایا

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو نظر آئے بغیر جانا پہچانا ہوا ہے اور سوچ بچار میں پڑے بغیر، پیدا کرنے والا ہے وہ اس وقت بھی دائم و بر قرار تھا، جبکہ نہ بُرجوں والا آسمان تھا، نہ بلند دروازوں والے حجاب تھے، نہ اندھیری راتیں، نہ ٹھہرا ہوا سمندر، نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ، نہ آڑی ترچھی پہاڑی راہیں اور نہ یہ بچھے ہوئے فرشوں والی زمین، نہ کس بل رکھنے والی مخلوق تھی۔ وہی مخلوقات کو پیدا کرنے والا اور اس کا وارث ہے اور کائنات کا معبود اور ان کا رازق ہے۔ سورج اور چاند اس کی منشاء کے مطابق (ایک ڈھرے پر) بڑھے جانے کی سر توڑ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں، جو ہر نئی چیز کو فرسودہ اور دور کی چیزوں کو قریب کر دیتے ہیں۔ اس نے سب کو روزی بانٹ رکھی ہے۔ وہ سب کے عمل و کردار اور سانسوں کے شمار تک کو جانتا ہے۔ وہ چوری چھپی نظروں اور سینے کی مخفی نیتوں اور صلب میں ان کے ٹھکانوں اور شکم میں ان کے سونپے جانے کی جگہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ ان کی عمریں اپنی حد و انتہا کو پہنچ جائیں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ رحمت کی وسعتوں کے باوجود اس کا عذاب دشمنوں پر سخت ہے اور عذاب کی سختیوں کے باوجود دوستوں کے لئے اس کی رحمت وسیع ہے۔

جو اسے دبانا چاہے اس پر قابو پا لینے والا،
اور جو اس سے ٹکر لینا چاہے اسے تباہ و برباد کرنے والا،
اور جو اس کی مخالفت کرے،
اسے رسوا و ذلیل کرنے والا ہے۔
جو اس پر بھروسہ کرتا ہے،
وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے
اور جو کوئی اس سے مانگتا ہے اسے دے دیتا ہے
اور جو اسے قرضہ دیتا ہے (یعنی اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے) وہ اسے ادا کرتا ہے۔
جو شکر کرتا ہے، اسے بدلہ دیتا ہے،

## اللہ کے بندو!

اپنے نفسوں کو تولے جانے سے پہلے تول لو،
اور محاسبہ کئے جانے سے قبل خود اپنا محاسبہ کر لو
گلے کا پھندا تنگ ہونے سے پہلے سانس لے لو
اور سختی کے ساتھ ہنکائے جانے سے پہلے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ

اور یاد رکھو کہ جسے اپنے نفس کے لئے یہ توفیق نہ ہو کہ وہ خود اپنے کو وعظ و پند کر لے اور برائیوں پر متنبہ کر دے تو پھر کسی اور کی بھی پند و توبیخ اس پر اثر نہیں کر سکتی۔

## خطبہ 92

### حمد رب العالمین

خداوند عالم کی حمد وثناء اور انبیاء کی توصیف میں فرمایا

بابرکت ہے وہ خدا کہ جس کی ذات تک بلند پرواز ہمتوں کی رسائی نہیں، اور نہ عقل و فہم کی قوتیں اسے پاسکتی ہیں۔ وہ ایسا اول ہے کہ جس کے لئے نہ کوئی نقطہ ابتداء ہے کہ وہ محدود ہو جائے اور نہ کوئی اس کا آخر ہے کہ (وہاں پہنچ کر) ختم ہو جائے۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا:-

اس نے ان (انبیاء) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا، اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین، اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشوونما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں۔ پیدا کیا۔ اسی شجرہ سے، کہ جس سے انبیاء پیدا کئے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔

ان کی عزت بہترین عزت<br>
اور قبیلہ بہترین قبیلہ،<br>
اور شجرہ بہترین شجرہ ہے<br>
جو سرزمین حرم پر اگا اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا،<br>
جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں<br>
وہ پرہیزگاروں کے امام،<br>
ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے (سرچشمہ) بصیرت ہیں<br>
وہ ایسا چراغ ہیں، جس کی روشنی لو دیتی ہے،<br>
اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش،<br>
اور ایسا چقماق، جس کی ضو شعلہ فشاں ہے،

ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا

اور سنت ہدایت کرنا ہے

ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا،

اور حکم عین عدل ہے

اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا۔ بد عملی پھیلی ہوئی اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔ اللہ تم پر رحم کرے، روشن نشانوں پر جم کر عمل کرو۔

راستہ بالکل سیدھا ہے۔ وہ تمہیں سلامتیوں کے گھر (جنت) کی طرف بلا رہا ہے اور ابھی تم ایسے گھر میں ہو کر جہاں تمہیں اتنی مہلت و فراغت ہے کہ اس کی خوشنودیاں حاصل کر سکو۔

ابھی موقعہ ہے، چونکہ اعمال نامے کھلے ہوئے ہیں۔ قلم چل رہے ہیں، بدن تندرست و توانا ہیں۔ زبان آزاد ہے، تو یہ سنی جا سکتی ہے اور اعمال قبول کئے جا سکتے ہیں۔

## خطبہ 107

### عظمتِ رب العالمین

خداوند عالم کی عظمت، ملائکہ کی رفعت، نزع کی کیفیت اور آخرت کا ذکر فرمایا

ہر چیز اس (اللہ) کے سامنے عاجز و سرنگوں

اور ہر شے اس کے سہارے وابستہ ہے

وہ ہر فقیر کا سرمایہ ہر ذلیل کی آبرو،

ہر کمزور کی توانائی اور ہر مظلوم کی پناہ گاہ ہے

جو کہے اس کی بات بھی وہ سنتا ہے،

اور جو چپ رہے اس کے بھید سے بھی وہ آگاہ ہے

جو زندہ ہے اس کے رزق کا ذمہ اس پر ہے،

اور جو مر جائے اس کا پلٹنا اسی کی طرف ہے

(اے اللہ) آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دے سکیں۔ بلکہ تو تو اس وصف کرنے والی مخلوق سے پہلے موجود تھا۔ تو نے (تنہائی کی) وحشتوں سے اکتا کر مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ اپنے کسی فائدے کے پیش نظر ان سے اعمال کرائے جسے تو گرفت میں لانا چاہے وہ تجھ سے آگے بڑھ کر جا نہیں سکتا۔ اور جسے تو نے گرفت میں لے لیا، پھر وہ نکل نہیں سکتا، جو تیری مخالفت کرتا ہے، ایسا نہیں کہ وہ تیری فرمانروائی کو نقصان پہنچائے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ ملک (کی وسعتوں) کو بڑھا نہیں دیتا، اور جو تیری قضاء و قدر پر بگڑ اٹھے، وہ تیرے امر کو رد نہیں کر سکتا اور جو تیرے حکم سے منہ موڑ لے، وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ہر چھپی ہوئی چیز تیرے لئے ظاہر اور ہر عیب تیرے سامنے بے نقاب ہے۔ تو ابدی ہے جس کی کوئی حد نہیں اور تو ہی (سب کی) منزل منتہا ہے کہ جس سے کوئی گریز کی راہ نہیں اور تو ہی وعدہ گاہ ہے کہ تجھ سے چھٹکارا پانے کی کوئی جگہ نہیں، مگر تیری ہی ذات۔ ہر راہ چلنے والا تیرے قبضہ میں ہے اور ہر ذی روح کی بازگشت تیری طرف ہے۔

سبحان اللہ! یہ تیری قدرت کے سامنے ان کی عظمت کتنی کم ہے، اور یہ تیری پادشاہت جو ہماری نظروں کے سامنے ہے، کتنی پُر شکوہ ہے، لیکن تیری اس سلطنت کے مقابلہ میں جو ہماری نگاہوں سے او جھل ہے کتنی حقیر ہے، اور دنیا میں یہ تیری نعمتیں

کتنی کامل و ہمہ گیر ہیں۔ مگر آخرت کی نعمتوں کے سامنے وہ کتنی مختصر ہیں۔

## اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے:۔

تو نے فرشتوں کو آسمانوں میں بسایا، اور انہیں زمین کی سطح سے بلند رکھا، وہ سب مخلوق سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں، اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں، اور سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں۔ نہ وہ صلبوں میں ٹھہرے، نہ شکموں میں رکھے گئے، نہ ذلیل پانی (نطفہ) سے ان کی پیدائش ہوئی اور نہ زمانہ کے حوادث نے انہیں منتشر کیا۔ وہ تیرے قرب میں اپنے مقام و منزلت کی بلندی اور تیرے بارے میں خیالات کی یکسوئی، اور تیری عبادت کی فراوانی اور تیرے احکام میں عدم غفلت کے باوجود اگر تیرے رازہائے قدرت کی اس تہہ تک پہنچ جائیں کہ جو ان سے پوشیدہ ہے۔ تو وہ اپنے اعمال کو بہت ہی حقیر سمجھیں گے اور اپنے نفسوں پر حرف گیری کریں گے اور یہ جان لیں گے کہ انہوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا، اور نہ کماحقہ، تیری اطاعت کی ہے۔

میں خالق و معبود جانتے ہوئے تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تیرے اس بہترین سلوک کی بنا پر، جو تیرا اپنے مخلوقات کے ساتھ ہے۔ تو نے ایک ایسا گھر (جنت) بنایا ہے کہ جس میں مہمانی کے لئے کھانے پینے کی چیزیں، حوریں، غلمان، محل، نہریں، کھیت اور پھل مہیا کئے ہیں

پھر تو (اللہ) نے ان نعمتوں کی طرف دعوت دینے والا بھیجا، مگر نہ انہوں نے بلانے والے کی آواز پر لبیک کہی، اور نہ ان چیزوں کی طرف راغب ہوئے، جن کی تو نے رغبت دلائی تھی۔ اور نہ ان چیزوں کے مشتاق ہوئے، جن کا تو نے اشتیاق دلایا تھا۔ وہ تو اسی مردار دنیا پر ٹوٹ پڑے کہ جسے نوچ کھانے میں اپنی عزت آبرو گنوا رہے تھے اور اس کی چاہت پر ایکا کر لیا تھا جو شخص کسی شئے سے بے تحاشہ محبت کرتا ہے تو وہ اس کی آنکھوں کو اندھا، دل کو مریض کر دیتی ہے وہ دیکھتا ہے تو بیمار آنکھوں سے، سنتا ہے تو نہ سننے والے کانوں سے۔ شہوتوں نے اس کی عقل کا دامن چاک کر دیا ہے۔ اور دنیا نے اس کے دل کو مردہ بنا دیا ہے اور اس کا نفس اس پر مرمٹا ہے۔ یہ دنیا کا اور ان لوگوں کا جن کے پاس دنیا کا تھوڑا سا حصہ ہو، بندہ و غلام بن گیا ہے۔ جدھر وہ مڑتی ہے، ادھر یہ مڑتا ہے، جدھر اس کا رخ ہوتا ہے ادھر ہی اس کا رخ ہوتا ہے، نہ اللہ کی طرف سے کسی روکنے والے کے کہنے سننے سے وہ رکتا ہے، اور نہ ہی اس کے کسی وعظ و پند کرنے والے کی نصیحت مانتا ہے، حالانکہ وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے کہ جنہیں عین غفلت کی حالت میں وہاں پر جکڑ لیا گیا کہ جہاں نہ تدارک کی گنجائش اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کا موقعہ ہوتا ہے، اور کس طرح وہ چیزیں ان پر ٹوٹ پڑیں کہ جن سے وہ بے خبر تھے، اور کس طرح اس دنیا سے جدائی (کی گھڑی سامنے) آ گئی کہ جس سے پوری طرح مطمئن تھے اور کیونکر آخرت کی ان چیزوں تک پہنچ گئے کہ جن کی انہیں خبر دی گئی تھی۔ اب جو مصیبتیں ان پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

## قریب المرگ

موت کی سختیاں اور دنیا چھوڑنے کی حسرتیں مل کر انہیں گھیر لیتی ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور رنگتیں بدل جاتی ہیں پھر ان (کے اعضاء) میں موت کی دخل اندازیاں بڑھ جاتی ہیں۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ درصورتیکہ اس کی عقل درست اور ہوش و حواس باقی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے گھر والوں کے سامنے پڑا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے سنتا ہے اور ان چیزوں کو سوچتا ہے کہ جن میں اس نے اپنی عمر گنوا دی ہے اور اپنا زمانہ گزار دیا ہے اور اپنے جمع کئے ہوئے مال و متاع کو یاد کرتا ہے کہ جس کے طلب کرنے میں (جائز و ناجائز سے) آنکھیں بند کر لی تھیں، اور جسے صاف اور مشکوک ہر طرح کی جگھوں سے حاصل کیا تھا اس کا وبال اپنے سر لے کر اسے چھوڑ دینے کی تیاری کرنے لگا وہ مال (اب) اس کے پچھلوں کے لئے رہ جائے گا کہ وہ اس سے عیش و آرام کریں، اور گلچھرے اڑائیں۔ اس طرح وہ دوسروں کو تو بغیر ہاتھ پیر ہلائے یونہی مل گیا۔ لیکن اس کا بوجھ اس کی پیٹھ پر رہا۔ اور یہ اس مال کی وجہ سے ایسا گروی ہوا ہے کہ بس اپنے کو چھڑا نہیں سکتا مرنے کے وقت یہ حقیقت جو کھل کر اس کے سامنے آگئی تو ندامت سے وہ اپنے ہاتھ کاٹنے لگتا ہے اور عمر بھر جن چیزوں کا طلب گار رہا تھا، اب ان سے کنارہ ڈھونڈتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ جو اس مال کی وجہ سے اس پر رشک و حسد کیا کرتے تھے (کاش کہ) وہی اس مال کو سمیٹتے نہ وہ اب موت کے تصرفات اس کے جسم میں اور بڑھے یہاں تک کے زبان کے ساتھ ساتھ کانوں پر بھی موت چھا گئی۔

گھر والوں کے سامنے اس کی یہ حالات ہوتی ہے کہ نہ زبان سے بول سکتا ہے نہ کانوں سے سن سکتا ہے۔ آنکھیں گھما گھما کر ان کے چہروں کو تکتا ہے۔ ان کی زبانوں کی جنبشوں کو دیکھتا ہے، لیکن بات چیت کی آوازیں نہیں سن پاتا۔ پھر اس سے موت اور لپٹ گئی کہ اس کی آنکھوں کو بھی بند کر دیا جس طرح اس کے کانوں کو بند کیا تھا۔ اور روح اس کے جسم سے مفارقت کر گئی۔

## مردہ

اب یہ گھر والوں کے سامنے ایک مردار کی صورت میں پڑا ہوا ہے کہ اس کی طرف سے انہیں وحشت ہوتی ہے۔ اور اس کے پاس پھٹکنے سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ نہ رونے والے کی کچھ مدد کر سکتا ہے، نہ پکارنے والے کو جواب دے سکتا ہے۔

## قبر

پھر اسے اٹھا کر زمین میں جہاں اس کی قبر بننا ہے لے جاتے ہیں اور اسے اس کے حوالے کر دیتے ہیں کہ اب وہ جانے اور اس کا کام، اور اس کی ملاقات سے ہمیشہ کے لئے منہ موڑ لیتے ہیں۔

یہاں تک کہ نوشتہ (تقریر) اپنی میعاد کو اور حکم الٰہی اپنی مقررہ حد کو پہنچ جائے گا اور پچھلوں کو اگلوں کے ساتھ ملا دیا جائیگا، اور فرمان قضا پھر سرے سے پیدا کرنے کا ارادہ لے کر آئے گا، تو وہ آسمانوں کو جنبش میں لائے گا۔ اور انہیں پھاڑ دے گا اور زمین کو ہلا ڈالے گا اور اس کی بنیادیں کھوکھلی کر دے گا اور پہاڑوں کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ دے گا، اور وہ اس کے جلال کی ہیبت اور قہر و غلبہ کی دہشت سے آپس میں ٹکرانے لگیں گے۔

## پھر زندہ اٹھایا جائے گا

وہ زمین کے اندر سے سب کو نکالے گا، اور انہیں سڑ گل جانے کے بعد پھر از سر نو تر و تازہ کرے گا۔ اور متفرق و پراگندہ ہونے کے بعد پھر یکجا کر دے گا پھر ان کے چھپے ہوئے اعمال اور پوشیدہ کارگذاریوں کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کے لئے انہیں جدا جدا کرے گا۔ اور انہیں دو حصوں میں بانٹ دے گا۔ ایک کو وہ انعام و اکرام دے گا اور ایک سے انتقام لے گا۔

## اجر۔ جنت

جو فرمانبردار تھے انہیں جزا دے گا کہ وہ اس کے جوار رحمت میں رہیں اور اپنے گھر میں انہیں ہمیشہ کے لئے ٹھہرا دے گا کہ جہاں اترنے والے پھر کوچ نہیں کیا کرتے اور نہ ان کے حالات ادلتے بدلتے رہتے ہیں اور نہ انہیں گھڑی گھڑی خوف ستاتا ہے، نہ بیماریاں ان پر آتی ہیں۔ نہ انہیں خطرات در پیش ہوتے ہیں اور نہ انہیں سفر ایک جگہ سے دوسری جگہ لئے پھرتے ہیں۔

## عذاب۔ جہنم

اور جو نافرمان ہوں گے انہیں ایک برے گھر میں پھینکے گا اور ان کے ہاتھ گردن سے (کس کر) باندھ دے گا اور ان کی پیشانیوں پر لٹکنے والے بالوں کو قدموں سے جکڑ دے گا اور انہیں تارکول کی قمیصیں اور آگ سے قطع کئے ہوئے کپڑے پہنائے گا (یعنی ان پر تیل چھڑک کر آگ میں جھونک دے گا) وہ ایسے عذاب میں ہوں گے کہ جس کی تپش بڑی سخت ہو گی اور (ایسی جگہ میں ہوں گے کہ جہاں) ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور ایسی آگ میں ہوں گے کہ جس میں تیز شرارے، بھڑکنے کی آوزیں، اگلتی ہوئی لپٹیں اور ہولناک چیخیں ہوں گی اس میں ٹھہرنے والا نکل نہ سکے گا اور نہ ہی اس کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کی بیڑیاں ٹوٹ سکتی ہیں۔ اس گھر کی کوئی مدت مقرر نہیں کہ اس کے بعد مٹ مٹا جائے۔ نہ رہنے والوں کے لئے کوئی مقررہ میعاد ہے کہ وہ پوری ہو جائے (تو پھر چھوڑ دیئے جائیں)۔

خطبہ 150

## عظمت الٰہی

خداوند عالم کی عظمت و جلالت کا تذکرہ اور یہ کہ معرفت امام پر نجات کا انحصار ہے

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ جو خلق (کائنات سے) اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم و ازلی ہونے کا اور ان کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ دینے والا ہے نہ حواس اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں۔ چونکہ بنانے والے اور بننے والے، گھیرنے والے اور گھرنے والے، پالنے والے اور پرورش پانے والے میں فرق ہوتا ہے۔

وہ ایک ہے، لیکن نہ ویسا کہ جو شمار میں آئے، وہ پیدا کرنے والا ہے، لیکن نہ اس معنی سے کہ اسے حرکت کرنا اور تعب اٹھانا پڑے۔ وہ سننے والا ہے، لیکن نہ کسی عضو کے ذریعہ سے اور دیکھنے والا ہے، لیکن نہ اس طرح کہ آنکھیں پھیلائے، وہ حاضر ہے، لیکن نہ اس طرح کہ چھوا جا سکے۔ وہ جدا ہے، نہ اس طرح کہ بیچ میں فاصلہ کی دوری ہو۔ وہ ظاہر بظاہر ہے، مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ذات پوشیدہ ہے، نہ لطافت جسمانی کی بنا پر۔ وہ سب چیزوں سے اس لئے علیحدہ ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے اور ان پر اقتدار رکھتا ہے اور تمام چیزیں اس لئے اس سے جدا ہیں کہ وہ اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ اسے شمار میں آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس نے اسے شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اس کی قدامت ہی سے انکار کر دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے وہ اس کے لئے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈھنے لگا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کہاں ہے اس نے اسے کسی جگہ میں محدود سمجھ لیا۔ وہ اس وقت بھی عالم تھا جبکہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اس وقت بھی رب تھا۔ جبکہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جبکہ یہ زیر قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی۔

### اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے:

ابھرنے والا ابھر آیا۔ چمکنے والا چمک اٹھا اور ظاہر ہونے والا ظاہر ہوا ٹیڑھے معاملے سیدھے ہو گئے، اللہ نے جماعت کو جماعت سے اور زمانہ کو زمانہ سے بدل دیا ہے۔ ہم اس انقلاب کے اس طرح منتظر تھے جس طرح قحط زدہ بارش کا۔

### آیمہ اطہار

بلاشبہ آئمہ، اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حاکم ہیں اور اس کو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں۔ جنت میں وہی جائے گا جسے ان کی

معرفت ہو، اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو نہ انہیں پہچانے اور نہ وہ اسے پہچانیں۔

اللہ نے تمہیں اسلام کے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اس کے لئے تمہیں چھانٹ لیا ہے اور یہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام اور عزت انسانی کا سرمایہ ہے۔ اس کی راہ کو اللہ نے تمہارے لئے چن لیا ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں سے اس کے دلائل واضح کر دیئے ہیں۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ اسی میں نعمتوں کی بارشیں اور تاریکیوں کے چراغ ہیں۔ اسی کی کنجیوں سے نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں سے تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے۔ خدا نے اس کے ممنوعہ مقامات سے روکا ہے۔ اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت دی ہے۔ شفا چاہنے والے کے لئے اس میں شفا اور بے نیازی چاہنے والے کے لئے اس میں بے نیازی ہے۔

## اس خطبے کا خلاصہ :

اس خطبہ کا پہلا جز علم الٰہیات کے اہم مطالب پر مشتمل ہے جس میں خلق کائنات سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال فرماتے ہوئے اس کی زیست و عینیت صفات پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ جب ہم کائنات پر نظر کرتے ہیں تو ہر حرکت کے پیچھے کسی محرک کا ہاتھ کار فرما نظر آتا ہے جس سے ایک سطحی ذہن والا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی اثر موثر کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ چند دنوں کا ایک بچہ بھی اپنے جسم کے چھوئے جانے سے اپنے شعور کے دھندلکوں میں یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی چھونے والا ہے جس کا اظہار آنکھوں کو کھولنے یا مڑ کر دیکھنے سے کرتا ہے تو پھر کس طرح دنیائے کائنات کی تخلیق اور عالم کون و مکاں کا نظم و نسق کسی خالق و منتظم کے بغیر مانا جا سکتا ہے۔

جب ایک خالق کا اعتراف ضروری ہوا تو اسے موجود بالذات ہونا چاہئے کیونکہ ہر وہ چیز جس کی ابتداء ہے اس کے لئے ایک مرکز وجود کا ہونا ضروری ہے۔ کہ جس تک وہ منتہی ہو، تو اگر وہ بھی کسی موجد کا محتاج ہو گا تو پھر اس موجد کے لئے سوال ہو گا کہ وہ از خود ہے یا کسی کا بنایا ہوا۔ اور جب تک ایک موجود بالذات ہستی کا اقرار نہ کیا جائے کہ جو تمام ممکنات کے لئے علۃ العلل ہو، عقل عفت و معلول کے لامتناری سلسلوں میں بھٹک کر سلسلہ موجودات کی آخری کڑی کا تصور بھی نہ کر سکے گی اور تسلسل کے چکر میں پڑ کر اسے کہیں ٹھہراؤ نصیب نہ ہو گا اور اگر خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیا جائے تو وہ صورتوں سے خالی نہیں ہو گا یا تو وہ معدوم ہو گا یا موجود، اگر معدوم ہو گا تو معدوم کسی کو موجود نہیں بنا سکتا اور اگر موجود ہو گا تو اسے دوبارہ موجود کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ لہٰذا اسے ایسا موجود ماننا پڑیگا جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز اس کی محتاج ہو اور یہی احتیاج کائنات اس سر حشمہ وجود کے ازلی اور ہمیشہ سے بر قرار ہونے کی شاہد ہے اور اس کے علاوہ چونکہ ہر چیز تغیر پذیر ہے محل و مکان کی محتاج ہے اور عوارض و صفات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے اور مشابہت کثرت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور وحدت اپنی آپ ہی نظیر ہے اس لئے کوئی چیز اس کی مثل و نظیر نہیں ہو سکتی اور ایک کہی جانے والی چیزوں کو بھی اس کی یکتائی پر

قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ ہر اعتبار سے واحد و یگانہ ہے وہ ان تمام چیزوں سے منزہ و مبرا ہے جو جسم و جسمانیات میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ نہ وہ جسم ہے نہ رنگ ہے، نہ شکل ہے نہ کسی جہت میں واقع ہے اور نہ کسی محل و مکان میں محدود ہے۔ اس لئے انسان اپنے حواس و مشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک و مشاہدہ نہیں کر سکتا کیونکہ حواس انہی چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں جو زمان و مکان اور مادہ کے حدود کی پابند ہوں۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دیکھا جاسکتا ہے اس کے لئے جسم مان لینا ہے اور جب وہ جسم ہی نہیں ہے اور نہ جسم کے ساتھ قائم ہے اور نہ کسی جہت و مکان میں واقع ہے تو اس کے دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی یہ پوشیدگی ان لطیف اجسام کی طرح نہیں ہے کہ جن سے ان کی لطافت کی وجہ سے نگاہیں آر پار ہو جاتی ہیں، اور آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں۔ جیسے فضا کی پہنائیوں میں ہوا، بلکہ وہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے البتہ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے، وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے، لیکن آلات سماعت و بصارت کا محتاج نہیں کیونکہ اگر وہ دیکھنے سننے کے لئے اعضاء کا محتاج ہو گا تو اس کی ذات اپنے کمالات میں خارجی چیزوں کی دست نگر ہو گی اور بحیثیت ذات کامل نہ رہے گی حالانکہ وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اس کا کوئی کمال اس کی ذات سے الگ نہیں کیونکہ ذات کے علاوہ الگ سے صفات ماننے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک ذات ہو گی اور کچھ صفتیں اور اس ذات و صفات کے مجموعہ کا نام ہو گا خدا۔

اور جو چیز اجزا سے مرکب ہو وہ اپنے وجود میں اجزاء کی محتاج ہوتی ہے اور ان اجزاء کو مرکب کے ترکیب پانے سے پہلے موجود ہونا چاہئے، تو جب اجزاء اس پر مقدم ہوں گے تو وہ ہمیشہ سے موجود اور ازلی کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ اس کا وجود اجزاء سے متاخر ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت بھی علم و قدرت و ربوبیت لئے ہوئے تھا جبکہ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ کیونکہ اس کی کوئی صفت خارج سے اس میں پیدا نہیں ہوئی، بلکہ جو صفت ہے وہی ذات ہے اور جو ذات ہے وہی صفت ہے اس لئے اس کا علم اس پر منحصر نہیں ہے کہ معلوم کا وجود ہولے تو پھر وہ جانے، کیونکہ اس کی ذات حادث ہونے والے معلومات سے مقدم ہے اور نہ اس کی قدرت کے لئے ضروری ہے کہ مقدور کا وجود ہو تو وہ قادر سمجھا جائے۔ کیونکہ قادر اسے کہتے ہیں جو ترک و فعل پر یکساں اختیار رکھتا ہو اور اس کے لئے مقدور کا ہونا ضروری نہیں۔ اور یونہی رب کے معنی مالک کے ہیں اور وہ جس طرح معدوم کا اس کے موجود ہونے کے بعد مالک ہے۔ اسی طرح موجود کے پردہ عدم میں ہونے کی صورت میں اسے موجود کرنے پر اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اسے معدوم رہنے دے اور چاہے اسے وجود بخش دے۔

## خطبہ 158

### توصیفِ رب العالمین

خداوند عالم کی توصیف، خوف ورجاء، انبیاء کی زندگی،

اور امیر المومنینؑ کے پیراہن کی حالت

اس (اللہ) کا حکم، فیصلہ کن اور حکمت آمیز اور اس کی خوشنودی امان اور ہمت ہے۔ وہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے علم سے عفو کرتا ہے۔

### بار الہا!

تو جو کچھ (دے کر) لے لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن (مرضوں سے) شفا دیتا ہے اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے (سب پر) تیرے لئے حمد و ثناء ہے

ایسی حمد جو انتہائی درجے تک تجھے پسند آئے اور انتہائی درجے تک تجھے محبوب ہو اور تیرے نزدیک ہر ستائش سے بڑھ چڑھ کر ہو،

ایسی حمد جو کائنات کو بھر دے اور جو تو نے چاہا ہے اس کی حد تک پہنچ جائے

ایسی حمد کہ جس کے آگے تیری بارگاہ تک پہنچنے سے نہ کوئی حجاب ہے اور نہ اس کے لئے کوئی بندش،

ایسی حمد کہ جس کی گنتی نہ کہیں پر ٹوٹے اور نہ اس کا سلسلہ ختم ہو

ہم تیری عظمت و بزرگی کی حقیقت کو نہیں جانتے مگر اتنا کہ تو زندہ و کارساز (عالم) ہے نہ تجھے غنودگی ہوتی ہے اور نہ نیند آتی ہے، نہ تار نظر تجھ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ نگاہیں تجھے دیکھ سکتی ہیں تو نے نظروں کو پالیا ہے اور عمروں کا احاطہ کر دیا ہے اور پیشانی کے بالوں کو پیروں (سے ملا کر) گرفت میں لے لیا ہے۔ یہ تیری مخلوق کیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور اس میں تیری قدرت (کی کارسازیوں) پر تعجب کرتے ہیں اور تیری عظیم فرمانروائی (کی کار فرمائیوں) پر اس کی توصیف کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ (مخلوقات) جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں اور جس تک پہنچنے سے ہماری نظریں عاجز اور عقلیں درماندہ ہیں اور ہمارے اور جن کے درمیان غیب کے پردے حائل ہیں اس سے کہیں زیادہ باعظمت ہے۔ جو شخص (وسوسوں سے) اپنے دل کو خالی کر کے اور غور و فکر (کی قوتوں) سے کام لے کر یہ جاننا چاہئے کہ تو نے کیونکر عرش کو قائم کیا ہے اور کس طرح مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور

کیونکر آسمانوں کو فضا میں لٹکایا ہے اور کس طرح پانی کے تھپیڑوں پر زمین کو بچھایا ہے تو اس کی آنکھیں تھک کر اور عقل مغلوب ہو کر اور کان حیران و سراسیمہ اور فکر گم گشتہ راہ ہو کر پلٹ آئے گی۔

## اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے:-

وہ اپنے خیال میں اس کا دعوے دار بنتا ہے کہ اس کا دامن امید اللہ سے وابستہ ہے۔ خدائے برتر کی قسم وہ جھوٹا ہے۔ (اگر ایسا ہی ہے) تو پھر کیوں اس کے اعمال میں اس امید کی جھلک نمایاں نہیں ہوتی جبکہ ہر امیدوار کے کاموں میں امید کی پہچان ہو جایا کرتی ہے۔ سوائے اس امید کے کہ جو اللہ سے لگائی جائے کہ اس میں کھوٹ پایا جاتا ہے اور ہر خوف و ہراس جو (دوسروں سے ہو) ایک مسلمہ حقیقت رکھتا ہے۔ مگر اللہ کا خوف غیر یقینی ہے وہ اللہ سے بڑی چیزوں کا اور بندوں سے چھوٹی چیزوں کا امیدوار ہوتا ہے پھر بھی جو عاجزی کا رویہ بندوں سے رکھتا ہے۔ وہ رویہ اللہ سے نہیں برتتا تو آخر کیا بات ہے کہ اللہ کے حق میں اتنا بھی نہیں کیا جاتا جتنا بندوں کے لئے کیا جاتا ہے۔

کیا تمہیں کبھی اس کا اندیشہ ہوا ہے کہ کہیں تم ان امیدوں (کے دعوؤں) میں جھوٹے تو نہیں یا یہ کہ تم اسے محل امید ہی نہیں سمجھتے یونہی انسان اگر اس کے بندوں میں سے کسی بندے سے ڈرتا ہے تو جو خوف کی صورت اس کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اللہ کے لئے ویسی صورت اختیار نہیں کرتا، انسانوں کا خوف تو اس نے نقد کی صورت میں رکھا ہے اور اللہ کا ڈر صرف ٹال مٹول اور (غلط سلط) وعدے یونہی جس کی نظروں میں دنیا عظمت پا لیتی ہے اور اس کے دل میں اس کی عظمت و وقعت بڑھ جاتی ہے تو وہ اسے اللہ پر ترجیح دیتا ہے اور اسکی طرف مڑتا ہے اور اسی کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و عمل پیروی کے لئے کافی ہے۔ اور ان کی ذات دنیا کے عیب و نقص اور اس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لئے رہنما ہے۔ اس لئے کہ اس دنیا کے دامنوں کو ان سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لئے اس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں اور اس (زال دنیا کی چھاتیوں سے) آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا اور اس کی آرائشوں سے آپ کا رخ موڑ دیا گیا۔

اگر دوسرا نمونہ چاہو تو موسیٰ کلیم اللہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے اللہ سے کہا کہ "پروردگارا تو جو کچھ بھی اس وقت تھوڑی بہت نعمت بھیج دے گا میں اس کا محتاج ہوں"۔ خدا کی قسم انہوں نے صرف کھانے کے لئے روٹی کا سوال کیا تھا۔ چونکہ وہ سرزمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور لاغری اور (جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پاس کی سبزی دکھائی دیتی تھی۔

اگر چاہو تو تیسری مثال داؤد علیہ السلام کی سامنے رکھ لو، جو صاحب زبور اور اہل جنت کے قاری ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی پتیوں کی ٹوکریاں بُنا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ تم میں سے کون ہے جو انہیں بیچ کی میری دستگیری

کرے (پھر) جو اس کی قیمت ملتی اس سے جَو کی روٹی کھا لیتے تھے۔

اگر چاہو تو عیسیٰ ابن مریم کا حال کہوں کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے۔ سخت اور کھردرا لباس پہنتے تھے اور (کھانے) میں سالن کے بجائے بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ کے بجائے (ان کے سر پر) زمین کے مشرق و مغرب کا سائبان ہوتا تھا۔ اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کے لئے اگاتی تھی وہ ان کے لئے پھل پھول کی جگہ تھی نہ ان کی بیوی تھیں جو انہیں دنیا (کے (جنبشوں) میں مبتلا کرتیں اور نہ بال بچے تھے کہ ان کے لئے فکر و اندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ انہیں رسوا کرتی ان کی سواری ان کے دونوں پاؤں اور خادم ان کے دونوں ہاتھ تھے۔

تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی ﷺ کی پیروی کرو۔ چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والے کے لئے نمونہ اور صبر کرنے والے کے لے ڈھارس ہے۔ ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ جنہوں نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا اور اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا وہ دنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔ ان کے سامنے دنیا کی پیش کش کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے ایک چیز کو برا جانا ہے۔ تو آپ نے بھی اسے برا ہی جانا اور اللہ نے ایک چیز کو حقیر سمجھا ہے تو آپ نے بھی اسے حقیر ہی سمجھا اور اللہ نے ایک چیز کو پست قرار دیا۔ اگر ہم میں صرف یہی ایک چیز ہو کہ ہم اس شے کو چاہنے لگیں۔ جسے اللہ اور رسولؐ بُرا سمجھتے ہیں اور اس چیز کو بُرا سمجھنے لگیں جسے وہ حقیر سمجھتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور اس کی حکم سے سرتابی کے لئے یہی بہت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ اول

# انتخاب نہج البلاغہ

خطبات امیر المومنین

## حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام

انتخاب، ترتیب و تزئین

سید عسکر رضا واسطی

www.alfaj-ar.com الفجر